7

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جمادی الاوّل ۱۴۲۵ھ
جولائی 2004ء

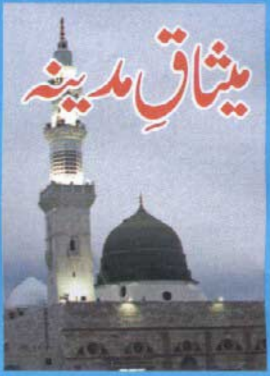

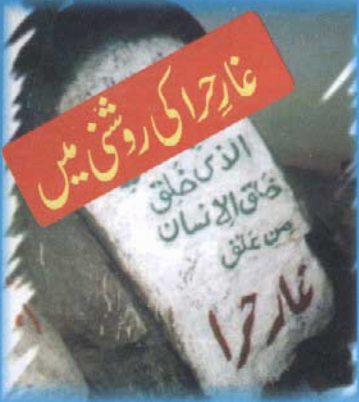

مجلس عمل کا تازہ فیصلہ اور اس کا پیش منظر

- اسلامی قوانین ترک کرنے پر مزاحمتی تحریک چلائیں گے
- حدود آرڈی نینس کے معاملے میں پارلیمنٹ خود مختار ہے اور نہ صدر مملکت
- دین کا راستہ اختیار نہ کرنے پر مجلس عمل نے دینی جنگ ہار دی

قائد احرار ابن امیر شریعت
سید عطاء المہیمن بخاری
کا فکر انگیز انٹرویو

اخبار الاحرار

نورِ ہدایت

القرآن

''اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے ، جس کو چاہے ان کے ہاتھ میں نہیں کرتا، اللہ نرالا ہے اور بہت اوپر اس چیز سے کہ شریک بتلاتے ہیں۔اور تیرا رب جانتا ہے جو چھپ رہا ہے اس کے سینوں میں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔اور وہی اللہ ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، اس کی تعریف ہے دنیا اور آخرت میں اور اس کے ہاتھ حکم ہے اور اسی کے پاس پھیرے جاؤ گے۔''

(القصص: آیت ۶۸ تا ۷۰)

الحدیث

'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ہر شخص سود کھانے والا ہوگا۔(کوئی بھی اس سے محفوظ نہ ہوگا) اگر خود سود نہ بھی کھاتا ہوگا تو اس کے بخارات یا اس کا غبار ضرور اس کے اندر پہنچ گا۔''

(مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

الآثار

''اگر تم اس لیے نہیں اٹھتے تھے کہ جب تک زلزلے نہ آئیں گے نہیں اٹھو گے اور جب تک آتش فشاں پہاڑ نہیں پھٹیں گے ،آنکھ نہیں کھولو گے ، اور جب تک پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندروں کی موجوں کے اندر سے چیخ نہ اٹھے گی' کانوں کو نہیں کھولوں گے ،تو آہ !یہ کیا ہے کہ زلزلے بھی آچکے اور تم نے کروٹ نہ لی ؟ آتش فشانیوں کی ہولناکیوں سے زمین چیخ اٹھی ،اس پر بھی تم خبر دار نہ ہوئے ؟اب اور کس بات کے منتظر ہو اور کیا چاہتے ہو کہ آسمان پھٹ جائے اور آفتاب کے پرزے پرزے ہو جائیں اور کرہ ارضی دھواں بن کر اڑ جائے۔''

(مولانا ابوالکلام آزادؒ۔ افسانہ ہجر و وصال)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان
REGD.M#32
جلد 15 شمارہ 7 جولائی 2004ء جمادی الاول ۱۴۲۵ھ
ISSN 1811-5411

بیاد: سیدالاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر
شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقاء فکر
چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر
الیاس میراں پوری

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد

زرتعاون سالانہ
اندرون ملک: 150 روپے
بیرون ملک: 1000 روپے
فی شمارہ: 15 روپے

ترسیل زر بنام: "نقیب ختم نبوت"
اکاؤنٹ نمبر: 5278-1
یو بی ایل چوک مہربان ملتان

تشکیل

دل کی بات:	مجلس عمل کا تازہ فیصلہ اور اس کا پیش منظر	مدیر	2
دین و دانش:	درس قرآن	محمد احمد حافظ	5
؍؍	غارِ حرا کی روشنی میں	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	8
؍؍	خلافت و ملوکیت (آیت استخلاف) قسط:۴	پروفیسر قاضی طاہر الہاشمی	16
؍؍	میثاقِ مدینہ	ابو معاویہ رحمانی	22
شاعری:	حمد (حافظ لدھیانوی) نعت (حفیظ تائب)		24
	غزل (پروفیسر خالد شبیر احمد)		
	تقدیر (شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)		
انٹرویو:	قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری	مخدوم اطہر	28
افکار:	"جیالے میرے دیس کی تنویر لے اُڑے"	سید یونس الحسنی	37
؍؍	حالیہ دہشت گردی اور ایک "مولوی" کے خدشات	خالد مسعود خان	40
؍؍	طے شدہ مسائل کو چھیڑنے کا نتیجہ؟	سیف اللہ خالد	44
تاریخ و تحقیق:	داؤدی بوہرہ جماعت کی تاریخ	ڈاکٹر شاہد مسعود	47
انتخاب:	"پہلو میں نازنین ہو تو اسلام زندہ باد"	ہفت روزہ "الاعتصام"	51
روشنی:	ظلمت سے نور تک (غیر مسلموں کا قبول اسلام)	ادارہ	52
حسن انتقاد:	تبصرۂ کتب	ڈاکٹر شمس تبریز خان	54
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فریکی	56
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاک و ہند کی سرگرمیاں	ادارہ	57
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62
آخری صفحہ:		ساغر اقبالی	64

مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

ای میل ایڈریس: majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com
فون 061-511961

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

دل کی بات

مجلس عمل کا تازہ فیصلہ اور اس کا پیش منظر

متحدہ مجلس عمل کی سپریم کونسل نے ''نیشنل سیکورٹی کونسل'' کے اجلاس میں شرکت سے انکار کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ نیشنل سیکورٹی کونسل کا پہلا اجلاس ۲۴/جون کو جنرل پرویز مشرف کی صدارت میں اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں صدر مملکت کے معتمد خاص مسٹر طارق عزیز نے بریفنگ دی اور صدر نے خطاب کیا۔

متحدہ مجلس عمل کے ''مُستقل'' قائم مقام صدر جناب قاضی حسین احمد اور جنرل سیکرٹری مولانا فضل الرحمٰن نے اسلام آباد میں مجلس کی سپریم کونسل کے اجلاس کے بعد پریس بریفنگ میں یہ مؤقف اختیار کیا کہ:

سیکورٹی کونسل اور صدر کا آرمی چیف کا عہدہ پارلیمنٹ کے لیے خطرہ ہے۔ وزیر اعظم کو سیکورٹی کونسل کا سربراہ بنایا جائے، صدر وردی اتار دیں، سترہویں آئینی ترمیم میں مجلس عمل کی تجویز کردہ شقوں کو تحفظ فراہم کیا جائے اور مطالبات تسلیم کیے جائیں تو مجلس عمل، سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں شریک ہو سکتی ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ مجلس عمل کے رہنماؤں نے نیشنل سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں شرکت سے انکار کر دیا ہے ورنہ سترہویں ترمیم کے ذریعے ایل ایف او کو تسلیم کرنے اور مخلوط انتخابات قبول کرنے کی وجہ سے عوام میں مجلس عمل کے بارے میں منفی تاثر کو تقویت مل رہی تھی۔ لوگ بجا طور پر ناراض و نالاں ہیں کہ مجلس کی کارکردگی ان کی خواہشات کے برعکس ہے۔ یہ تاثر عام ہے کہ جنرل پرویز کو مضبوط کرنے اور ان کے تمام مارشل لائی اقدامات کو آئینی شکل و تحفظ دینے میں مجلس عمل نے کلیدی کردار کیا ہے۔ اللہ کرے کہ مجلس اپنے تازہ مؤقف پر قائم رہے۔ اُدھر ایوانِ اقتدار میں وزیر اعظم کی تبدیلی کی افواہیں یقین کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ اپوزیشن کی تمام جماعتیں وزیر اعظم جمالی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی ہیں۔ اپوزیشن کا مؤقف یہ ہے کہ ہم وزیر اعظم کو گرنے نہیں دیں گے کیونکہ اگر وہ گرے تو ہم پر ہی گریں گے اور سسٹم تباہ ہو جائے گا۔ اسی لیے وہ اختیارات کے حوالے سے پاکستان کے کمزور ترین وزیر اعظم کو مضبوط کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ اگر انہیں گرنا ہے تو وہ صدر پر ہی گریں، ہم پر نہ گریں۔ باقی سسٹم کی صورت حال یہ ہے کہ صدر اپنی من مانی کر رہے ہیں اور وزیر اعظم اپنی ڈفلی بجا رہے ہیں۔

قومی اسمبلی میں دو خوانچے لگ گئے ہیں۔ صدر اپنے خوانچے میں باقاعدہ بیٹھ کر سیاسی کھیل میں مصروف ہیں اور وزیر اعظم اپنے کھوکھے میں۔ اگرچہ وزیر اعظم کا کھوکھا اپنے حدود اربعہ کے لحاظ سے چھوٹا اور ناکافی ہے لیکن ہر چند وہ اسے آباد رکھنے اور دل ناتواں کے ساتھ مقابلے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ سازشوں کا بازار گرم اور منافقتوں کا الاؤ روشن ہے

یہی روشن خیالی، ترقی پسندی اور اعتدال پسندی ہے۔ ان محلاتی سازشوں کا شہ دماغ مسٹر طارق عزیز قادیانی ہے جو صدر کا محبوب ترین دوست ہے۔ مسٹر طارق عزیز جہاں پہنچ چکے ہیں اور جو کارنامے سرانجام دے رہے ہیں ان سے ہم بخوبی آگاہ ہیں۔ قادیانی گروہ نے ہر دور میں ایسے ہی لوگوں سے کام لیا ہے۔ جنرل ایوب خان اور جنرل یحییٰ خان کے دور میں ایم ایم احمد قادیانی نے ایوانِ اقتدار میں بیٹھ کر جو سازشیں کیں وہ تاریخ کا حصہ ہیں اور کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ۱۹۶۵ء میں کشمیر کے محاذ پر جنرل عبدالعلی قادیانی نے جو گھناؤنا کردار ادا کیا وہ تاریخ میں ناقابلِ معافی جرم ہے۔ بانیٔ پاکستان کی کابینہ کے وزیر خارجہ آنجہانی مسٹر ظفراللہ خان قادیانی نے قیامِ پاکستان کے وقت باؤنڈری کمیشن میں اور پاکستان میں وزارتِ خارجہ میں بیٹھ کر وطنِ عزیز کو جو نقصانات پہنچائے ان کی آج تک تلافی نہیں ہوسکی۔ وہی کام آج کل مسٹر طارق عزیز سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ قادیانی اپنے عقیدے کے مطابق وطن کے نہیں بلکہ امریکہ و برطانیہ اور یہود و نصاریٰ کے وفادار و غلام ہیں۔

صدر کی وردی، نیشنل سیکورٹی کونسل، جمالی کا استحکام اور سسٹم کا تحفظ۔ ساری باتیں اپنی جگہ اہم ہیں لیکن عقیدہ و ایمان اور دینی اقدار بہرحال مقدم ہیں۔ ان کے تحفظ کے بغیر وطن کی حفاظت ممکن نہیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کو متزلزل اور کمزور کرنا' قانونِ امتناعِ قادیانیت، حدود آرڈی نینس اور قانونِ توہینِ رسالت میں تبدیلی کر کے انہیں غیر مؤثر کرنا امریکی ایجنڈا ہے اور جنرل پرویز اس ایجنڈے کی تکمیل میں اُن کا ساتھ دے رہے ہیں۔ قادیانی گروہ کی نمائندگی کرتے ہوئے مسٹر طارق عزیز جنرل پرویز کے شانہ بشانہ اور قدم بہ قدم ہیں۔ ایسی صورت حال کو قوم کسی قیمت پر برداشت کرے گی نہ قبول کرے گی۔ جمالی وزیراعظم رہیں یا شوکت عزیز وزیراعظم بنیں' ہمیں اس سے کیا فائدہ۔ جب تک آئین میں موجود اسلامی قوانین مؤثر اور محفوظ نہیں ہوتے اور ان کی تنفیذ نہیں ہوتی' اس وقت تک ملک میں کوئی بھی سسٹم نہیں چل سکتا۔ صدر پرویز اس وقت خواہی نا خواہی قادیانی لابی کے نرغے میں ہیں۔ اہم کلیدی عہدوں پر موجود قادیانی وطنِ عزیز کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف ہیں۔ صدر کو قادیانی حصار سے نکالنا اور اسلام اور وطن کے خلاف قادیانی سازشوں کو ناکام بنانا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔

تحریکِ تحفظِ ختم نبوت کے دو اہم مطالبات اس وقت دو قراردادوں کی صورت میں بحث کے لیے قومی اسمبلی میں پیش کئے جا چکے ہیں۔

(۱) قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کے اضافے کے ساتھ ساتھ مسلم و غیر مسلم افراد کے شناختی کارڈز کے الگ الگ رنگ ہوں

(۲) مسلم و غیر مسلم اوقاف کی طرح قادیانی اوقاف کو بھی سرکاری تحویل میں لیا جائے' ہمیں امید ہے کہ مجلس عمل کے ارکانِ اسمبلی ان مطالبات کی منظوری کے لیے اپنی طاقت اور صلاحیتیں بہرصورت بروئے کار لائیں گے۔

وانا آپریشن

امریکی دباؤ پر حکومت نے وانا میں اپنے ہی ہم وطن شہریوں پر فوجی آپریشن کے ذریعے جنگ مسلط کی۔ انہیں قتل

کیااورفتح کے جھنڈے گاڑ دیئے۔امریکی فوجی حکومتِ پاکستان کے احتجاج کے باوجوداوراپنی حکومت کی ’’سوری‘‘ کونظر انداز کرتے ہوئے بار بار پاکستانی علاقوں میں گھس آتے ہیں اور سرحدی قوانین کی کھلی خلاف ورزی کررہے ہیں۔۱۱رستمبر کے بعد ہمارے حکمرانوں نے امریکہ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی جس کے نتیجے میں آج ہمیں مزید امریکی احکامات کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت مستعدرہنا پڑتا ہے۔وانا آپریشن سوفیصد امریکی حکم کی بجا آوری میں کیا گیا۔مگراس کے نقصانات ہمیں ہی اٹھانے پڑیں گے امریکہ کونہیں۔قبائل میں فوج کے خلاف مستقل نفرت پیدا ہوگئی ہے۔لسانی اورعلاقائی تعصّبات کوتقویت ملی ہےاورعلیحدگی کے رجحانات میں اضافہ ہوا ہے۔حال ہی میں سوئی ائیرپورٹ پرنامعلوم افراد نے ۵۶ راکٹ برسا کر اسے تباہ کردیا ہے۔اب بھی وقت ہے کہ حکومت ہوش کے ناخن لےاورافہام وتفہیم کا راستہ اختیارکرکے ایسے منفی جذبات کوختم کرنے کی تدبیر سوچے۔شاید حکومت کی طرف سے کسی اچھے عمل کے نتیجے میں قبائلی عوام کے زخم مندمل ہوجائیں۔وگرنہ بظاہر آثار اچھےنظرنہیں آتے۔

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت:

۳۰رمئی ۲۰۰۴ءکو جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مفتی نظام الدین شامزئی کو دہشت گردوں نے شہید کردیا۔اس سےقبل اسی جامعہ کے دونامورعلماءمولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختاراورمولانا محمد یوسف لدھیانوی کو دہشت گردی کا نشانہ بنا کرشہید کیا گیا۔مفتی نظام الدین شامزئی کےقتل کوفرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش کی جارہی ہےاور اس حادثہ کوحیدریہ مسجد کراچی میں ہونے والی دہشت گردی کے ردِّعمل سے جوڑا جارہا ہے۔ہمارے نزدیک تمام واقعات کے پس منظر میں ایک ہی قوت شامل ہے جوعلماء،دانشوروں،سیاست دانوں،تاجروں اورڈاکٹروں کودہشت گردی کا نشانہ بنا کر راستے سے ہٹارہی ہے۔البتہ ولایتی دشمن کودیسی اجرتی قاتل میسرآگئے ہیں۔کورکمانڈرکراچی پرحملہ اورپیپلز پارٹی کے رہنما منورسہروردی کاقتل سب ایک ہی دشمن کے مختلف اہداف ہیں۔دشمن جانتا ہے کہ ہمارے راستے میں اصل مزاحمتی قوت علماء ہیں اس لیے دہشت گردی کا سب سے زیادہ نشانہ پاکستان میں مذہبی قوتوں کو بنایا جارہا ہے۔حضرت مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت سے ہم غم زدہ وافسردہ ضرور ہیں لیکن یہ اطمینان ہے کہ وہ راہِ حق میں استقامت کے ساتھ اللہ کے حضور سرخرو ہوگئے۔ اوراپنے پیش روشہداء کے شہرشہیداں میں جابسے۔وہ ہمیشہ کے لیے زندۂ جاوید ہوگئے۔لیکن افسوس حکمرانوں پر ہے جوکور کمانڈر کے قافلے پرحملے کے ملزموں کوتو فوراً گرفتار کرلیتے ہیں،صدر پرخودکش حملوں میں بھی دہشت گرد بھی پکڑے جاتے ہیں مگرعلماء کے قاتل دندناتے پھرتے ہیں۔حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ حضرت مفتی شامزئی کے قاتلوں کوجلدگرفتارکرکے عبرت ناک سزادے۔

درس قرآن
محمد احمد حافظ

حلال کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ. (البقرہ ۱۷۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو رزق دیا ہم نے تمہیں اور شکر ادا کرو اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو۔

تفسیر

اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے صیغے سے اہل ایمان کو پکارا ہے۔ اس آیت سے قبل عام خطاب کیا گیا تھا: ''یَآاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّباً. (البقرہ)(اے لوگو! کھاؤ زمین کی پاکیزہ چیزیں)اور پر جس آیت میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے حلال رزق کھانے کا حکم دیا گیا ہے اس سے اگلی آیت میں چند محرمات کا ذکر بھی ہے۔ جس میں مردار، خنزیر اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے حلال جانور کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ سب حرام ہے، یہ اس لیے کہا گیا تا کہ مؤمنین حلال اور حرام میں امتیاز کر سکیں۔

حلال اور حرام کا امتیاز کیوں؟

کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کی اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کیوں کہ وہی مخلوقات کو پیدا کرنے والے ہیں اور انہی کے علم میں ہے کہ کس چیز میں خرابی یا اچھائی ہے۔ ہر صاحب ایمان کے لئے تو یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیا ہے تو اسے حق جان کر قبول کر لے اور حکمتیں نہ تلاش کرتا پھرے، ہاں ظاہری حکمت کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے اور یہ بات تو انسانی تجربے سے بھی ثابت ہے کہ خراب اشیاء کی تاثیر خراب ہوتی ہے جبکہ پاکیزہ اشیاء کی تاثیر اچھی ہوتی ہے۔ چوں کہ یہ بات ہر انسان کے بس کی نہیں کہ وہ اچھے برے میں تمیز کر سکے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حلال اور حرام کی ایک حد امتیاز مقرر کر دی تا کہ انسان گندی چیزوں کے استعمال سے بچ جائے اور پاکیزہ وطیّب چیزوں کو استعمال کرے۔ گندی چیزوں کو اس لئے حرام قرار دیا گیا ہے کہ ان چیزوں کے استعمال سے اخلاق رذیلہ پیدا ہوتے ہیں، سرکشی و نافرمانی انسان کے دل و دماغ میں گھر کرنے لگتی ہے، اطاعت و بندگی اور قبول حق کی استعداد ختم ہو جاتی ہے۔ دیکھ لیجئے جو لوگ شراب نوشی کرتے ہیں خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں، حلال وحرام میں کوئی امتیاز نہیں رکھتے ان کے اخلاق کس قدر گندے اور بدبودار ہیں، اسی طرح کیڑوں مکوڑوں، چھپکلیوں اور بندروں کو کھانے والی قومیں بندروں جیسی ہی حرکتیں کرتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں حلال، پاکیزہ وطیّب رزق کے استعمال سے انسان کے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے، اخلاق عالیہ کی پرورش ہوتی ہے، اطاعت و بندگی کا مبارک جذبہ پیدا ہوتا ہے، چناں چہ یہاں جو فرمایا گیا ہے کہ ''اے

ایمان والو! پاکیزہ رزق سے کھاؤ'' تو اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ ان کے ایمان کی سلامتی نہ صرف برقرار رہے بلکہ اس میں مزید درمزید ترقی ہوتی رہے اوراس سے پہلے جو کہا گیا ہے **یاایھاالناس کلوا مما فی الارض** الخ یہ خطاب عام ہے اگر کافر مخاطب ہوں تو مطلب ہوگا کہ اپنے کھانے پینے کو پاکیزہ بناؤ تاکہ تم میں قبول حق کی استعداد پیدا ہو اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات میں غوروفکر کرکے سیدھے راستے کو اختیار کرسکو۔

حرام کھانے کا وبال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت: ''**یاایھاالناس کلوا مما فی الأرض حلالا طیباً** الخ'' نازل ہوئی تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مستجاب الدعوات بنادے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے کھانے کو پاکیزہ بنالو مستجاب الدعوات ہوجاؤ گے، اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی آدمی اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کے نیک اعمال قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت (جسم) حرام کمائی اور سود سے پرورش پائے اس کے لئے (دوزخ) کی آگ زیادہ بہتر ہے۔'' (صفوۃ التفاسیر) اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہیں اور پاکیزگی کے سوا کچھ بھی قبول نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو بھی اسی طرح کا حکم دیا ہے جس طرح (انبیاء و) رُسل کو فرمایا: ''اے (ہمارے) رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو بے شک میں زیادہ بہتر جانتا ہوں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' اور (مؤمنین کو حکم دیا) ''اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو رزق دیا ہم نے تمہیں'' پھر رسول اللہ ﷺ نے ذکر فرمایا کہ بہت سے طویل السفر پریشان حال لوگ اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یارب، یارب پکارتے ہیں مگر ان کا کھانا حرام، ان کا پینا حرام، ان کا لباس حرام، غذا ان کی حرام تو ان کی دعاء کیسے قبول ہوسکتی ہے؟ (تفسیر قرطبی) آج ذرا ہم لوگ اپنے حال پر غور کریں، دنیا بھر کی ساری ذلتیں ہمارا مقدر بنی ہوئی ہیں، مصائب وآلام اور کلفتیں گویا ہمارے لئے ہی وجود میں آئی ہیں، ہم دعائیں کرتے ہیں، اللہ کے حضور گڑگڑاتے ہیں، روتے ہیں مگر کیا ہے کہ دعائیں قبول نہیں ہورہیں اس کی وجوہات صاف ظاہر ہیں کہ بحیثیت مجموعی ہم لوگ حرام کی دلدل میں سرتاپا دھنسے ہوئے ہیں، سودخوری، رشوت ستانی، قماربازی، سٹہ، جوا، چھینا جھپٹی، چوری، ڈاکہ، فرائض میں کوتاہی، لگتا ہے' یہ ہمارے مزاج کا حصہ بن چکے ہیں۔ تو پھر ہم اپنے پروردگار کو کیسے راضی کرسکتے ہیں۔ پروردگار کی بغاوت بھی ہو اور اس کی رضا بھی مل جائے؟ حیرت ہے!

اللہ کا شکرادا کرو

وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ الخ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکرادا کرنا چاہئے کہ اس نے حلال اور حرام کو واضح فرمادیا پھر ہم

نے حلال چیزوں کو استعمال کیا۔ ان سے اپنے بدن کے لیے قوت وطاقت حاصل کی۔ اہل ایمان کے لیے حلال و پاکیزہ چیزوں کی ہی کیا کمی ہے جو وہ حرام کی طرف التفات کریں، اللہ تعالیٰ نے حلال چیزوں کی نعمت عطا فرمائی اور اس میں ایسے ایسے ذائقے پیدا کئے کہ ہر ہر لقمے پر دل وجان بے ساختہ الحمدللہ، سبحان اللہ پکارتے ہیں۔ آپ حلال جانوروں کو ہی لیجئے ان کے گوشت سے سینکڑوں طرح کے سالن بنائے جاتے ہیں اور ہر سالن کا ذائقہ جدا اور انوکھا ہوتا ہے، پھلوں میں انار اور انگور کی اپنی مٹھاس ہے، سیب کی جدا حلاوت ہے، آم کا ذائقہ سب سے الگ علی ہذا القیاس، تو پھر کیوں نہ اپنے عظیم پروردگار کا شکر ادا کیا جائے جس نے اس طرح کی لاتعداد پاکیزہ وطیب نعمتیں وافر مقدار میں پیدا کیں۔ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا.'' اگر تم اس کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو ہرگز شمار نہ کر سکو۔ حق تو یہ ہے کہ جو اللہ کے سچے بندے ہیں ان کی شکر گزاریوں کی کوئی حد نہیں۔

عبدیت کیا ہے؟

إن كنتم إياه تعبدون الخ آخر میں بندگی کی شرط بھی لگا دی کہ اگر سچے بندے ہو اور اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار اور خود کو اس کا مطیع وفرماں بردار سمجھتے ہو تو پھر حدود اللہ کو قائم رکھو، انہیں توڑنے کی کوشش نہ کرو۔ اس کا ایک اور مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری تو صرف اس کے بندے ہی کیا کرتے ہیں، جنہیں اپنے رب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور ان کی زندگی کسی ضابطے اور قاعدے کی پابند نہیں ہوتی تو انہیں حلال وحرام کی تمیز بھی نہیں ہوتی، جب حلال وحرام کی تمیز ہی اٹھ گئی تو اب شکر گزاری کا سوال کہاں سے پیدا ہو؟ اللہ تعالیٰ ہر صاحبِ ایمان کو ایسے حال سے محفوظ رکھے اور ہمیں اپنے شکر گزار بندے بنالے۔

خلاصہ

- ہر صاحبِ ایمان پر لازم ہے کہ وہ حدود اللہ کو قائم رکھے اُنہیں پامال نہ کرے۔
- حلال و پاکیزہ رزق استعمال کرے تاکہ اس میں اچھے خیالات اور اعلیٰ کردار کی پرورش ہو اور حرام سے خود بھی بچے اور اپنے اہل وعیال کو بھی بچائے۔
- اللہ کی نعمتوں پر ہر دم شکر ادا کرتا رہے، ادائے شکر سے کبھی غفلت نہ برتے غفلت برتنے پر شدید عذاب کی وعید ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْد.'' ''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر میرا عذاب بھی بہت سخت ہے''۔
- بندگی کی اصل روح یہی ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا اس سے رک جائے جہاں اجازت دی اسے کر گزرے اور جہاں کسی کام کے کرنے کا حکم دیا اس کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرے۔

عربی خطاب: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ
ترجمہ: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (برطانیہ)

غارِ حرا کی روشنی میں

عالمِ اسلام کے عظیم مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے علم وعمل میں بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔انہوں نے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے اسلام کی خوب خدمت کی اور امتِ مسلمہ کی صحیح سمت میں رہنمائی فرمائی۔اردو تو ان کی اپنی زبان تھی لیکن عربی زبان وادب میں انہوں نے جو مقام حاصل کیا' وہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام تھا۔نتیجتاً اُن کا پیغام عرب دنیا تک پہنچا اور عالم عرب بھی اُن کا گرویدہ ہوگیا۔''غارِ حراء کی روشنی میں'' علی میاں رحمہ اللہ کی عربی زبان میں ایک تقریر ہے جو ۱۹۶۰ء کے عشرہ میں سعودی ریڈیو سے نشر ہوئی جسے مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (حال مقیم لندن' خلف الرشید مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ) نے اردو میں منتقل کیا اور جناب انعام اللہ خان (سیکرٹری جنرل مؤتمر عالم اسلامی) نے شعبان ۱۳۸۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۶۹ء میں مکتبہ ملّی کراچی سے شائع کیا۔مولانا کی یہ ایمان افروز نایاب تقریر ہدیۂ قارئین ہے۔(ادارہ)

میں جبل نور پر چڑھا اور اس کے غار پر جو کہ غارِ حرا کے نام سے مشہور ہے جا کھڑا ہوا۔یہاں پہنچ کر میں نے اپنے دل میں کہا۔یہی جگہ ہے جہاں خداوندِ کریم نے حضرت محمد ﷺ کو پیغمبری کا شرف عطا فرمایا اور پہلی مرتبہ وحی نازل فرمائی۔پس (یہ کہنا حق ہے کہ) یہیں سے وہ آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنوں نے دنیا پر نور برسایا اور اسے ایک نئی زندگی بخشی۔یہ عالم ہر دن ایک نئی صبح کو خوش آمدید کہتا ہے لیکن اکثر وبیشتر نہ اس صبح میں نیا پن ہوتا ہے نہ کوئی ندرت اور نہ ہر صبح صبح سعادت' ان صبحوں کی آمد سے انسان تو جاگ جاتے ہیں۔مگر دلوں کی نیند میں ذرا فرق نہیں آتا اور روحوں کی بستی یونہی خوابِ غفلت میں پڑی رہتی ہے۔کیا شمار ہے ایسے تاریک دنوں کا اور ایسی جھوٹی صبحوں کا۔البتہ اس غار سے حقیقی معنی میں صبح صادق نمودار ہوئی تھی جس کے نور نے ہر چیز کو چمکایا اور اس کی آمد نے ہر شے کو جگایا اور اسی صبح سے تاریخ کا رخ مڑا اور زمانہ کا رنگ بدلا۔

اس صبح سے پہلے انسانی زندگی کا فطری بہاؤ رکا ہوا تھا۔اس کے ہر دروازہ پر بھاری بھاری قفل چڑھے ہوئے تھے اور وہ گویا چند مقفل دروازوں اور کچھ بند تالوں کا مجموعہ بنی ہوئی تھی۔عقل پر قفل چڑھے ہوئے تھے جن کو کھولنے سے حکماء اور فلاسفہ عاجز تھے'ضمیرِ انسانی مقفل تھا جس کو آزادی دلانے سے واعظین اور مصلحین عاجز تھے۔قلوب انسانی مقفل تھے جن کے قفل توڑنے میں قدرت کی نشانیاں اور زمانہ کے عبرت انگیز حوادث ناکام ہوچکے تھے۔صلاحیتیں مقفل

تھیں جن کو بروئے کار لانے سے تعلیم وتربیت کا نظام اور ماحول اور سوسائٹی کے اثرات قاصر تھے۔ درس گاہوں کا وجود لاحاصل تھا جن کو کارآمد اور نتیجہ خیز بنانے میں اہلِ علم اور اہلِ درس بے بس تھے۔ عدالتیں کھلے ہونے کے باوجود مقفل تھیں جن سے انصاف حاصل کرنے کے لیے مظلوموں اور محکوموں کی فریادیں بے اثر تھیں، خاندانی مسائل الجھے ہوئے تھے جن کو سلجھانے سے مصلحین ومفکرین عاجز تھے۔ قصر ہائے سلطنت مقفل تھے جن میں راہ پانے سے محنت کش کسان پسے ہوئے مزدور اور مظلوم رعایا محروم تھی۔ دولت مندوں اور امیروں کے خزانے مقفل تھے جن کے قفل کھولنے سے ناداروں کی بھوک، ان کی عورتوں کی برہنگی اور ان کے دودھ پیتے بچوں کی گریہ وزاری عاجز تھی۔ بڑے بڑے مصلحین عزائم کے ساتھ میدان میں آئے۔ بڑے بڑے قانون ساز کمر بستہ ہوئے لیکن ان بے شمار قفلوں میں سے کوئی ایک قفل بھی کھولنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس لیے کہ ان تالوں کی اصل کنجی ان کے ہاتھ نہ تھی، وہ کنجی گم ہوچکی تھی اور تالا بغیر اپنی کنجی کے کبھی کھل نہیں سکتا۔ انہوں نے اپنی بنائی ہوئی کنجیوں سے کام لینا چاہا لیکن وہ ان تالوں کو کھولنے کے بجائے توڑنے کی کوشش کی مگر الٹے اس کوشش میں ان کے اوزار ٹوٹ گئے اور ہاتھ بھی زخمی ہوگئے۔

ایسے وقت میں متمدن دنیا سے الگ تھلگ ایک چھوٹے سے خشک پہاڑ کے اوپر گمنام اور ظاہری اعتبار سے بے حیثیت مقام (غارِ حرا) میں دنیا کا وہ عقدہ لاینحل حل ہوا جو نہ بڑی بڑی حکومتوں کی راجدھانیوں میں حل ہوسکا نہ عظیم الشان درسگاہوں میں حل ہوسکا اور نہ علم وادب کے پرشکوہ ایوانوں میں حل ہوسکا۔ یہاں پروردگارِ عالم نے حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی صورت میں عالم انسانیت پر ایک احسان عظیم کا دروازہ کھولا اور صدیوں کی گم شدہ کنجی پھر سے انسانیت کو مل گئی۔ یہ کنجی ہے ایمان اللہ پر، اس کے رسول پر اور یوم آخرت پر۔ اس کنجی سے آپ نے صدیوں کے ان بند قفلوں کو ایک ایک کرکے کھول ڈالا جس کے نتیجے میں حیاتِ انسانی کے ہر ہر شعبہ کے دروازے چوپٹ کھل گئے۔ آپ نے جب نبوت کی اس کنجی کو عقل کے قفل پر رکھا تو اس کی ساری گرہیں کھل گئیں۔ اس کی سلوٹیں اور اس کے پیچ وخم دور ہوگئے۔ اسے نشاطِ فکر حاصل ہوگیا اور وہ اس قابل ہوگئی کہ انفس وآفاق میں پھیلی ہوئی خدا کی نشانیوں سے نفع اندوز ہوسکے۔ اس کائنات میں غور کرکے اس کے خالق کو پاسکے، کثرت کے پردوں کو چیر کر وحدت کا جلوہ دیکھ سکے اور شرک وبت پرستی اور اوہام وخرافات کی لغویت کو محسوس کرسکے۔ حالانکہ اس سے پیشتر یہ عقل ان باتوں میں دخل دینے کی مجاز نہ تھی اور صدیوں سے اپنے منصب سے معزول تھی۔ اس کنجی سے آپ نے انسان کے ضمیر کا قفل کھولا، سویا ہوا ضمیر جاگ اٹھا اور اس کے مردہ شعور واحساس میں حرکت اور زندگی پیدا ہوئی۔ ضمیر کی روک تھام سے آزاد ہوکر نفس انسانی جو صدیوں سے نفس امارہ (برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا) بنا ہوا تھا۔ اب وہی نفس، نفس لوامہ (غلطی پر سخت سرزنش اور ملامت کرنے والا) میں تبدیل ہوا اور نفس لوامہ دیکھتے ہی دیکھتے ہی نفس مطمئنہ (جس کو پورا سکون اور اطمینان حاصل ہوگیا ہو) بن گیا جس کے بعد اس میں کسی باطل

کے گھسنے کی گنجائش نہ رہی اور گناہ اس کے لیے نا قابل برداشت ہو گیا۔اس حد تک کہ گنہگار رسول خدا ﷺ کے سامنے جا کر خود اپنے گناہ کا اظہار واقرار کر کے اپنے لیے سخت ترین سزا کی درخواست کرتا ہے۔ایک گنہگار عورت اپنے لیے سنگساری کی سزا کی درخواست کرتی ہے۔حضور ﷺ عذر شرعی کی وجہ سے سزا کو کچھ دن کے لیے موخر فرماتے ہیں۔وہ اپنے دیہات کو واپس چلی جاتی ہے نہ اس کی نگرانی کے لیے سی آئی ڈی متعین ہے نہ مجرمہ کو وقت پر دوبارہ حاضر کرنے کے لیے پولیس متعین ہے لیکن وہ بروقت پھر مدینہ میں پہنچتی ہے اور خود کو اس سزا کے لیے بخوشی اور باصرار پیش کرتی ہے جو یقیناً قتل سے بھی زیادہ سخت ہے (یعنی سنگساری)۔فتح ایران کے وقت ایک غریب فوجی کے ہاتھ کسریٰ کا تاج زریں آتا ہے۔وہ اس کو کپڑوں میں چھپالیتا ہے اور خفیہ طور سے اپنے امیر کی خدمت میں لے جا کر پیش کر دیتا ہے تا کہ ادائے امانت تو ہو لیکن امانت داری کی نمائش نہ ہو۔

انسانوں کے وہ دل جو اس طرح مقفل پڑے ہوئے تھے کہ نہ ان میں عبرت پذیری تھی نہ خوفِ خدا تھا اور نہ رقت اور نرمی تھی۔یہ کنجی جب ان کے دلوں پر لگائی گئی تو یکسر کایا پلٹتی ہوئی نظر آئی۔اب وہ خدا کے خوف سے ہر دم لرزاں وترساں تھے۔حوادث وواقعات سے عبرت حاصل کرتے تھے۔انفس وآفاق میں پھیلی ہوئی نشانیوں کا وجود اب اُن کے لیے نفع بخش تھا،مظلوموں کا حال زار دیکھ کر تڑپ جاتے تھے اور غریبوں' بیکسوں کے ساتھ نفرت وحقارت کا برتاؤ کرنے کے بجائے محبت وشفقت کا برتاؤ کرنے لگے۔اسی طرح نبوت کی اس کنجی نے جب انسانوں کی ان فطری صلاحیتوں اور قوتوں کو چھوا جو عرصہ سے ٹھٹھری پڑی تھیں اور نفع بخش ہونے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہو رہی تھیں تو وہ شعلوں کی طرح بھڑک اٹھیں اور سیلاب کی طرح موجیں مارتی ہوئی ابل پڑیں اور صحیح رخ پر لگ گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صلاحیتوں کے ابھرنے کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے جو لوگ بکریوں کی گلہ بانی میں ضائع ہو رہے تھے۔وہ بہترین طور سے قوموں کی نگہبانی اور عالم کی فرمانروائی کی نازک ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے لگے اور جو شخص کل تک صرف کسی ایک قبیلے یا ایک شہر کا نامور شہسوار شمار کیا جاتا تھا' وہ اب بڑی بڑی سلطنتوں اور ایسے ایسے ملکوں کا فاتح ثابت ہوا جو قوت وشوکت میں یکتا تھا۔

اس کنجی سے آپ نے درسگاہوں کے قفل کھولے اور ان میں از سر نو چہل پہل اور رونق پیدا کی۔حالانکہ علم کی کساد بازاری اور معلمین کی کسمپرسی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ نہ معلمین کو دلچسپی رہی تھی اور نہ متعلمین کو۔آپ نے علم کی قدر وقیمت یاد دلائی،اہل علم کا مرتبہ بتلایا اور علم ودین کا باہمی تعلق سمجھایا۔چنانچہ لوگ درسگاہوں کی ترقی کے لیے دامے درمے قدمے کوشاں ہو گئے ،مسلمان کا ہر گھر اور ہر ہر مسجد بجائے خود ایک مدرسہ بن گئی۔ہر مسلمان اپنے حق میں متعلم اور دوسرے کے حق میں معلم بن گیا کیونکہ ان کا دین ہی خود طلب علم کے لیے سب سے بڑا محرک تھا۔

آپ نے اسی کنجی سے عدالت کا تعطل ختم کیا۔اب ہر قانون دان اس قابل تھا کہ اس پر ایک منصف جج کی

حیثیت سے اعتماد کیا جا سکے اور ہر مسلمان حاکم' اعلیٰ درجہ کا منصف شعار حاکم تھا۔ اور یہ سچے مسلمان سب کے سب محض اللہ کے لیے سچی شہادتیں دینے والے تھے' جب اللہ اور آخرت کے حساب و کتاب پر ایمان استوار ہوا تو عدل وانصاف کی فراوانی ہوئی، بے انصافیاں اور بدمعاملگیاں کم سے کم تر ہو گئیں اور جھوٹی شہادتیں اور ظالمانہ فیصلے ناپید ہو گئے۔ خاندانی معاملات جو اس قدر ابتر ہو گئے تھے کہ باپ بیٹے کے درمیان، بھائی بھائی کے درمیان، شوہر اور بیوی کے درمیان کشاکش اور چھین جھپٹ کا میدان گرم تھا۔ پھر یہ بیماری خاندانوں کے محدود میدان سے نکل کر معاشرہ کے وسیع میدان میں بھی پہنچ گئی تھی' یہی کشاکش نوکر اور مالک کے تعلقات میں بھی برپا تھی۔ حاکم اور رعیت کے تعلقات میں بھی برپا تھی۔ بڑے اور چھوٹے کے تعلقات میں بھی برپا تھی، ہر ایک کا یہ حال تھا کہ اپنا حق کسی طرح چھوڑنا نہ چاہتا تھا اور دوسرے کا حق کسی طرح دینا نہ چاہتا تھا۔ خود اگر کوئی چیز خریدتا تو ناپ تول میں ذرا ذرا سی اونچ نیچ پر باریک بینی سے نظر رکھتا لیکن اگر وہ دوسرے کے ہاتھ کچھ بیچتا تو کم سے کم ناپنے اور تولنے میں پوری پوری مہارت بہم پہنچاتا:

اِذَا اکْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ آپ نے اس خاندانی اور معاشرتی نظام کے عقدوں کا حل بھی اسی کنجی سے کیا۔ خاندان اور معاشرہ میں ایمان کا بیج بویا۔ لوگوں کو اللہ کی ناراضی سے ڈرایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنایا:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا O

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا (اس طرح) کہ اس کا ایک جوڑا پیدا کیا اور دونوں (کی نسل) سے پھیلا دیئے۔ بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں' اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم مانگتے ہو اور قرابتوں کا خیال رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔''

آپ نے خاندان اور معاشرہ کے افراد میں سے ہر ایک پر کچھ ذمہ داریاں ڈالیں۔ اسی طرح از سرنو خاندانی نظام کو بھی عدل، محبت اور راستی کی بنیادوں پر قائم فرمایا اور معاشرہ کو بھی اعلیٰ درجہ کا عدل شعار بنایا۔ معاشرہ کے ہر ہر عضو میں امانت داری کا ایسا گہرا شعور اور خدا ترسی کا ایسا شدید احساس بیدار کر دیا کہ اس معاشرے کے امراء اور عہدیداران تک پرہیزگاری اور سادہ زندگی کے نمونے بن گئے۔ قوم کے سردار اپنے تئیں قوم کے خادم سمجھنے لگے۔ والیان سلطنت اپنی حیثیت یتیموں کے سرپرست سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے کہ اگر اپنی ذاتی ملکیت کچھ ہے تو سلطنت کے مال و دولت سے کچھ مطلب نہیں' اگر نہیں ہے تو بقدر ضرورت لینے پر قناعت ہے۔ اسی ایمان کی بدولت آپ نے دولت مندوں اور تاجروں میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے دلچسپی پیدا کی۔ انہیں بتلایا کہ مال اصل میں اللہ کا ہے تمہیں اس نے اس کے تصرف میں

اپنا نائب بنایا ہے۔

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ وَاٰتُوْهُمْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِىْ اٰتَاكُمْ ط

''اور خرچ کرو اس (مال ودولت) میں سے جس میں اللہ نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے اور دو ان کو (ضرورت مندوں کو) اس مال میں سے جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے۔

انہیں تجوریوں میں بند کر کے رکھنے اور راہ خدا میں خرچ نہ کرنے کے لیے یہ کہہ کر ڈرایا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَO

''اور وہ لوگ جو سونا چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آپ انہیں بشارت دے دیجئے دردناک عذاب کی اس دن جبکہ ان کے خزانوں کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں، کروٹیں اور پشتیں داغی جائیں گی لو! یہ ہے تمہارا جمع کیا ہوا اب چکھو اس کا مزہ۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیغام اور اپنی دعوت کے ذریعہ سے جس فرد کو تیار کر کے کارگہ حیات میں اتارا تھا وہ اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا۔ نیک خوئی کو پسند کرنے والا۔ اللہ کے خوف سے ڈرنے اور لرزنے والا۔ امانت کا پاس کرنے والا دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادہ کو حقیر سمجھنے والا اور اپنی روحانیت سے مادیت پر غالب آنے والا تھا وہ اس بات پر دل سے یقین رکھتا تھا کہ دنیا تو میرے لیے بنائی گئی ہے لیکن میں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہوں پس یہ فرد اگر تجارت کے میدان میں اترتا تو نہایت محنتی اور بہی خواہ مزدور ثابت ہوتا۔ اگر مالدار ہو جاتا تو ایک رحم دل اور فیاض دولت مند ثابت ہوتا۔ اگر غریب ہوتا تو شرافت کو قائم رکھتے ہوئے مصیبتوں کو جھیلتا۔ اگر کرسی عدالت پر بٹھا دیا جاتا تو نہایت سمجھدار اور منصف جج ثابت ہوتا۔ اگر صاحب سلطنت ہوتا تو ایک مخلص اور بے غرض حکمراں ثابت ہوتا۔ اگر آقا ہوتا تو رحم دل اور منکسر المزاج آقا ہوتا۔ اگر نوکر ہوتا تو نہایت چست اور فرماں بردار نوکر ہوتا اور اگر قوم کا مال ودولت اس کی تحویل میں آجاتا تو حیرت انگیز بیداری اور باخبری سے اس کی نگرانی کرتا۔

یہ تھیں وہ اینٹیں جن سے اسلامی سوسائٹی کی تعمیر کی گئی اور جن پر اسلامی حکومت کی عمارت کھڑی کی گئی۔ اسی بنا پر سوسائٹی اور یہ حکومت ایک بڑے پیمانہ پر افراد کے اخلاق کی نفسیات اور ان کے طرزِ حیات کا مظہر تھی۔ افراد میں جو چیزیں تھیں وہ سب کی سب معاشرہ میں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کے تاجر کی سچائی اور ایمانداری اس میں تھی۔ اس کے غریب کی خودداری اور مشقت کوشی اس میں تھی۔ اس کے مزدور کی محنت کشی اور بہی خواہی اس میں تھی۔ اس کے جج کی فراست اور عدالت اس میں تھی، اس کے آقا کا انکسار اور رحم دلی اس میں تھی، اس کے خادم کی جفاکشی اور چستی اس میں تھی، اور اس کے

خزانچی کی نگرانی اور بیداری بھی اس میں پوری پوری موجود تھی، اسلامی سوسائٹی جس طرح اپنے افراد کی خوبیوں کی مظہر اتم تھی، اسی طرح اسلامی حکومت بھی تمام خوبیوں کی جامع بلکہ ان کا قومی محرک بن گئی تھی۔ یہ حکومت راست رو تھی۔ عقیدوں اور اصولوں کو منافع اور مصالح پر ترجیح دیتی تھی۔ عوام کو لوٹنے کے بجائے ان کے اخلاق وعقائد کو بنانے اور سنوارنے کی دل سوزی سے کوشش کرتی تھی۔ سوسائٹی اور حکومت کے اثرات کا نتیجہ یہ تھا کہ انفرادی اور اجتماعی پرائیویٹ اور پبلک زندگی کا ہر ہر گوشہ ایمان وعمل، صدق وخلوص، محنت وکوشش اور عدل وانصاف سے سجا ہوا اور ان سدا بہار پھولوں کی خوشبو سے مہکا ہوا تھا۔

غارِ حرا پر کھڑا کھڑا یہ تمام باتیں اپنے دل میں سوچ رہا تھا۔ میں اپنے ان خیالات اور عہد رفتہ کی یاد میں غرق ہو گیا کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے وجود سے بالکل بے خبر ہو گیا۔ میرا تصور مجھے اپنے ماحول اور اپنے زمانہ سے اڑا کر الگ لے گیا۔ میری نگاہوں میں اس عہد رفتہ کی عمومی اسلامی زندگی کی تصویر پھرنے لگی۔ میں اس کا رخ جمال اور ایک ایک خط و خال دیکھنے لگا۔ اور بالکل ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہی زندگی میرے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور میں اس کی روح نواز فضاؤں میں سانس لے رہا ہوں۔ اسی عالم تصور میں مجھے اپنے زمانے کا خیال آیا جس کی فضا میں واقعی میں سانس لیتا ہوں میں نے کہا کہ آج بھی زندگی کی کامیابی اور خوش گواری کے دروازوں پر کچھ نئے قسم کے تالے پڑے نظر آرہے ہیں مسائل میں پھیلاؤ اور تنوع کی کوئی حد نہیں ہے اور اسی نسبت سے الجھاؤ اور پیچیدگیاں بھی بڑھ گئی ہیں تو کیا اس حالت میں بھی اسی پرانی کنجی سے یہ نئے قفل کھل سکتے ہیں؟

یہ سوال میرے دل میں پیدا ہوا مگر میں نے کہا کہ جب تک میں ان تالوں کو اچھی طرح دیکھ بھال کے ان کی حقیقت نہ معلوم کرلوں مجھے کوئی جواب نہ دینا چاہیے۔ چنانچہ میں نے جو ان تالوں کو ہاتھ لگایا تو حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ تالے نئے نہیں ہیں، وہی پرانے ہیں صرف رنگ وروغن نیا ہے اور نہ یہ پیچیدگیاں اور الجھنیں نئی ہیں ان کی جڑ تو ہو بہو پرانی ہے آج بھی اصل مسئلہ فرد کا مسئلہ ہے جو سارے دوسرے مسائل کا سرا ہے اور یہی ہمیشہ انسانی زندگی کا اصل مسئلہ رہا ہے کیونکہ فرد وہ اینٹ ہے جس سے سوسائٹی اور حکومت بنتی ہے۔ اور اس کا حال آج یہ ہو گیا ہے کہ مادہ اور قوت کے سوا کسی چیز کو ماننے کے لیے یہ تیار نہیں ہے۔ اپنی ذات اور خواہشات کے ماسوا اسے کسی چیز سے مطلب نہیں ہے۔ اس دنیا کی قدر و قیمت اس کی نظر میں حقیقت سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ لذت اور خواہشات کی بندگی حد سے گزر گئی ہے، اور اپنے پروردگار سے انبیاء کی رسالت سے، اور عقیدہ آخرت سے رشتہ بالکل ٹوٹ چکا ہے پس یہی فرد کا بگاڑ ہے جو سوسائٹی کے بگاڑ کا سرچشمہ اور تہذیب کی بدبختی کا ذمہ دار ہے۔

یہ فرد اگر تجارت کرتا ہے تو لالچی اور ذخیرہ اندوزی کا بدترین مظاہرہ کرتا ہے۔ ارزانی کے وقت مال روک لیتا

ہے اور گرانی کے زمانہ میں نکالتا ہے اور اس طرح لوگوں کو بھوک اور پریشانی کا سبب بنتا ہے۔ یہ فرد اگر مفلس ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ اپنی مفلسی کو دور کرنے کے لیے خود کچھ نہ کرے اور دوسروں کی محنتوں کا پھل مفت میں کھالے، اگر مزدوری کرتا ہے تو فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے لیکن مزدوری پوری لینا چاہتا ہے' اگر دولت مند ہوتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا کنجوس اور سنگ دل ہوتا ہے' اگر صاحب اقتدار ہوتا ہے تو لٹیرا اور بددیانت ثابت ہوتا ہے، اگر مالک ہوتا ہے تو ایک ظالم اور خودغرض مالک ثابت ہوتا ہے جو اپنے فائدے اور اپنے آرام کے سوا کچھ دیکھنا نہیں جانتا۔ اگر نوکر ہوتا ہے تو کام چور اور بے ایمان اگر خزانچی بنادیا جاتا ہے تو غبن کرتا ہے' اگر حکومت کا وزیر یا جمہوریہ کا صدر ہو جاتا ہے تو شکم پرور، روح سے بے خبر اور بندۂ نفس ثابت ہوتا ہے جو صرف اپنی ذات اور اپنی پارٹی کے فائدے کو دیکھتا ہے' اگر لیڈر بن جاتا ہے اور بہت ہی ترقی پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے تو بھی اس قوم اور وطن کے حدود سے آگے نہیں بڑھنے پاتا اور اپنے وطن اور قوم کی عزت بڑھانے کے لیے دوسری قوموں اور دوسرے ملکوں کی عزت وآبرو خاک میں ملانے سے کسی وقت بھی گریز نہیں کرتا، اگر قانون سازی کا اختیار ہاتھ میں آجاتا ہے تو ظلم کے قانون اور بڑے بڑے ٹیکس مسلط کر دیتا ہے اگر اس کے دماغ میں ایجاد وانکشاف کی صلاحیت ہوتی ہے تو ہلاکت برسانے والے اور تباہی پھیلانے والے آلات ایجاد کرنے لگتا ہے، زہریلی گیسیں ایجاد کرتا ہے جو نوع انسانی کو ہلاک کر دیں، بمبار طیارے اور ٹینک بناتا ہے جو بستیوں کو کھنڈر اور راکھ کا ڈھیر بناڈالیں، ایٹم بم بناتا ہے جس کی ہلاکت خیزیوں سے نہ انسان بچ سکتے ہیں اور نہ حیوان نہ کھیت نہ باغات اور جب اس فرد کو ان ایجادات کے استعمال کرنے کی قوت بھی مل جاتی ہے تو بستیاں کی بستیاں اندھا دھند نشانے پر رکھ لیتا ہے اور آن کی آن میں زندوں کے شہر' شہر خموشاں بناڈالتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب اچھے افراد سے مرکب ہونے والا معاشرہ اور ان سے تیار ہونے والی حکومت ان افراد کی تمام خوبیوں کی آئینہ دار ہوتی ہے تو برے افراد سے تیار ہونے والا معاشرہ اور حکومت دونوں لامحالہ ان تمام افراد کی تمام برائیوں اور بیماریوں کی حامل ہوگی، اس میں تاجروں کی ذخیرہ اندوزی بھی ہوگی' نفع کا لالچ بھی ہوگا' تنگ دستوں کی سرکشی بھی ہوگی' مزدوروں کی کم محنت اور زیادہ اجرت کی بری عادت بھی ہوگی' دولت مند کی ہوس کے جراثیم بھی اڑ کر اسے لگیں گے، اپنے حکمراں کی بدنیتی اور عیاری بھی اس میں پھیلے گی' مالکوں کا جوروستم بھی اس کی عادت میں داخل ہوگا، نوکر کی خیانت اور خازن کا غبن بھی اس میں سرایت کرے گا، ذرائع کی نفع پرستی اور لیڈروں کی وطن پرستی بھی گل کھلائے گی، قانون سازوں کے اندھیر اور سائنس دانوں کی بے راہ روی بھی اپنا جوہر کھلائے گی اور زرداروں کی سنگ دلی بھی اس پورے معاشرہ اور حکومت میں رنگ لائے گی۔

یہ ہے وہ اصل مادۂ فساد جس کے بطن سے وہ تمام بیماریاں، وہ تمام الجھنیں اور تمام پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں' جن

سے انسانیت پریشان' اواز رونزار ہے، اس مادہ فساد کا نام ہے مادہ پرستی کا ذوق یا مادہ اور اس کے مظاہر ہی کو سب کچھ سمجھنے کا عقیدہ! بلیک مارکٹنگ اسی کا قدرتی نتیجہ ہے، رشوت ستانی اسی کا ادنی کرشمہ ہے' ہوش ربا گرانی اور مہنگائی اسی کا ایک شگوفہ ہے، ذخیرہ اندوزی اسی کا عطیہ ہے، افراطِ زر اسی کا ثمرہ ہے۔ آج کے مفکرین اور مقننین آج تک ان مشکلات کا کوئی کامیاب حل نہیں ڈھونڈ کرلا سکے، ایک مشکل کو حل کرتے ہیں تو دوسری نئی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں۔ ایک گرہ کھلتی ہے تو کئی اور نئی گرہیں لگ جاتی ہیں، بلکہ اب تو یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ ان کی عقدہ کشائی بجائے خود نئے نئے عقدوں کو جنم دے رہی ہے، جیسے عطائی طبیب کے علاج سے صحت کے بجائے کچھ نئے نئے مرض اور پیدا ہو جائیں۔ یہ اس مریض پر روز نئے تجربے کر رہے ہیں۔ انہوں نے سمجھا کہ شخصی حکومت ان تمام امراض کا سبب ہے۔ لہٰذا اسے ختم کر کے جمہوری طرز حکومت کی بنیاد ڈالی مگر اس سے بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو بعض نے پھر آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کو اختیار کیا، اس سے اور خرابیاں بڑھتے دیکھیں تو پھر جمہوریت کی طرف رجوع کیا' ایسے ہی کبھی نظام سرمایہ داری کو اختیار کیا' اس سے اور گرہیں بڑھیں تو کمیونزم اور سوشلزم کو اپنے درد کا درماں سمجھ لیا مگر معاملہ کی نوعیت ذرا نہ بدلی اور مشکلات جوں کی توں قائم یا پہلے سے کچھ دشوار ہوگئیں کیوں۔؟ اس لئے کہ یہ ساری تبدیلیاں اور سارا ردوبدل اوپر اوپر ہوتا رہا اور مشکلات کی جو جڑ اور بنیاد ہے یعنی فرد اور اس کا بگاڑ! اس کو ہاتھ نہیں لگایا گیا اس میں کسی اصلاح و تغیر کی کوشش نہیں کی گئی اور قصداً یا بلا قصد اس حقیقت سے غفلت ہوتی گئی کہ اصل فساد ٹیڑھ میں ہے جس کی بدولت معاشرہ اور حکومت میں بھی ٹیڑھ پیدا ہوگئی ہے۔

لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ مفکرین و مصلحین اس حقیقت کو خوب سمجھ بھی لیتے اور برائیوں کی اس جڑ کو پا بھی لیتے تب بھی اس کا علاج ان کے بس کی بات نہ تھی۔ مانا کہ ان کے پاس اشاعت علم کے مؤثر ذرائع ہیں۔ اور یہ دور ہی تعلیم و تربیت کا دور ہے مگر ان کے ہاتھ میں وہ طاقت نہیں ہے جس سے فرد کا رخ' شر سے خیر کی طرف اور تخریب سے تعمیر کی طرف موڑ دیں۔ کیونکہ ان کے دل و دماغ' روحانیت بلکہ روح کی وقعت ہی سے عاری اور ایمان سے خالی ہیں، ان کے پاس دل کو غذا دینے اور اس میں ایمان کا پودا لگانے کا سامان نہیں ہے۔ ان کے ہاتھوں سے وہ چیز نکل چکی ہے جو عبد و معبود کے درمیان رشتہ جوڑے، اس زندگی کے ساتھ دوسری زندگی کا تعلق قائم کرے، روح و مادہ کے درمیان توافق پیدا کرے اور علم کو اخلاق سے وابستہ کرے، ان کے روحانی افلاس، اندھی مادیت اور غرور عقل نے تو اب اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ تخریب و تباہی کا آخری تیر بھی اپنے ترکش میں جمع کر لینا چاہتے ہیں جس کی ہلاکت خیزیوں سے انسانیت کا پورا کنبہ نیست و نابود اور پورا کرۂ ارض اجاڑ اور ویران ہو سکتا ہے۔ خدانخواستہ اگر اس وقت دنیا کی متحارب طاقتوں نے ان خوفناک ہتھیاروں کے ساتھ جنگ کا میدان گرم کیا تو یقیناً ان کے یہ نو ایجاد آلات' تہذیب و انسانیت کا خاتمہ کر دیں گے۔

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی
قسط:۴

خلافت وملوکیت

آیتِ استخلاف

عموماً سورۃ النور کی ایک آیت کے حوالے سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ خلفائے راشدین کی تعداد چار ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَااسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضیٰ لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَّمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَo (پارہ۱۸، النور۵۵)

وعدہ کرلیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں کہ انہیں زمین میں خلافت دے گا۔ جیسا کہ خلافت دی تھی ان سے پہلے کے لوگوں کو اور مضبوط کردے گا ان کے لئے اس دین کو جسے اس نے پسند کیا ہے ان کے لیے۔ اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن کے ساتھ تبدیل کردے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کریں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں پانچ چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے:

(۱) مومنین صالحین کو زمین میں خلافت (حکومت) دی جائے گی۔
(۲) دین اسلام کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرے گا اور اسے غالب کیا جائے گا۔
(۳) مسلمانوں کو دشمنوں کا کوئی خوف نہیں رہے گا۔
(۴) اس خلافت (حکومت) میں لوگ اللہ ہی کی بندگی کریں گے اور شرک کا نظام ختم ہو جائے گا۔
(۵) جو لوگ اس خلافت کی ناشکری کریں گے وہ فاسق سمجھے جائیں گے۔

یہ آیت کریمہ واضح طور پر اعلان کر رہی ہے کہ خلافتِ اسلامیہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور عطیہ ہے۔ اس کے بغیر محض تبلیغ وتعلیم سے نہ دین غالب ہوسکتا ہے نہ امن وامان قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی نظام کفر وشرک کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ اگرچہ اس آیت کے اوّلین مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں لیکن اس کے عموم میں پوری اُمّتِ مسلمہ بھی داخل ہے۔

مشہور مفسر ابوالبرکات عبداللہ احمد بن محمود النسفی لکھتے ہیں: ''کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ نبی علیہ السلام اور ان کے

رفقاء سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ محض مہاجرین سے ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ وعدہ عام ہے۔''
(تفسیر نسفی ج ۳ ص ۱۱۶)

علماء کے ایک بڑے طبقہ کی رائے یہ ہے کہ یہ وعدہ ساری اُمّت کے لیے ہے......ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ ''صحیح بات یہ ہے کہ آیت میں اصل اشارہ یہ ہے کہ اس میں تمام اُمّت وجمہور کی حکومت مراد ہے'' اور حضرت ابن العربی فرماتے ہیں کہ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ وعدہ نبوت اور خلافت کے حق میں عام ہے۔ساتھ ہی دعوت کی اقامت اور شریعت کے عموم کے حوالہ سے بھی یہی وعدہ ہے۔چنانچہ ہر شخص کے حق میں یہ وعدہ اپنے اپنے انداز اور اپنے اپنے حالات کے حوالہ سے پورا ہوا۔حتیٰ کہ مفتی، قاضی اور حکمران سبھی اس میں شامل ہیں۔پس صحیح بات یہ ہے کہ آیتِ کریمہ ساری اُمّتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے حق میں عام ہے، کسی خاص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں۔'' (قرطبی ج ۱۲، ص ۲۹۹)

علامہ محمد العربی لکھتے ہیں: ''**الوَعد بالاستخلاف فی الارضِ فی ھٰذہ الاٰ یۃ عام عند المحققین**. یعنی اس آیت میں استخلاف فی الارض کا وعدہ محققین کے نزدیک عام ہے۔''
(اتحاف ذوی النجابتہ بمافی القرآن والسنۃ من فضائل الصحابۃ مطبوعہ قاہرہ ص ۴۰)

ابن جریر طبری آیت کے آخری حصے ''**ومن کفر بعد ذٰلک فاو لئک ھم الفٰسقون**'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''اس جگہ کفر سے اللہ کا انکار مراد نہیں ہے بلکہ کفرانِ نعمت مراد ہے۔اللہ تعالیٰ نے جزیرۃ العرب میں اسلام کو غالب کر دیا تھا اور مسلمان امن کی حالت میں تھے۔پھر لوگوں نے جبر کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت بھی بدل دی۔اس نعمت (خلافت اور غلبۂ اسلام) کی انہوں نے ناشکری اور بے قدری کی، تو اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت دوبارہ ان پر مسلط کر دی جو ختم ہوگئی تھی۔ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ یہ ناشکری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا تھا۔''
(تفسیر ابنِ جریر ج ۱۸ ص ۱۶۰)

امام بغوی نے بھی معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ: ''خلافت کی ناقدری اور ناشکری کا پہلا واقعہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔آپ کے شہید ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے انعامات میں کمی آگئی اور مسلمان امن کی حالت سے نکل کر دوبارہ خوف و ہراس اور باہمی قتل وقتال کی حالت میں مبتلا ہوگئے۔

امام نسفی نے بھی لکھا ہے کہ خلافت کی ناشکری کرنے والے سب سے پہلے قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔''
(تفسیر نسفی ج ۳ ص ۱۱۷)

اس آیت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح کی خلافت عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔جیسا کہ ان سے پہلے پچھلی امتوں یعنی بنی اسرائیل کو عطا کی گئی تھی۔امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنوئیؒ لکھتے ہیں کہ:

''بنی اسرائیل کی خلافت سے باتفاق مفسرین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلافت مراد ہے کہ ان کے بعد تین خلیفے بڑے جاہ وجلال کے ہوئے۔ حضرت یوشع، حضرت کالب، حضرت یوساقوس۔ ان خلفائے بنی اسرائیل کے حالات اورفتوحات ہمارے تینوں خلفائے سے ملتے جلتے ہیں، اور بعض مفسرین نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت مراد لی ہے کہ ان کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام خلیفہ ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی قوت وشوکت ضرب المثل ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں مراد ہوں کمافی ازالۃ الخفاء۔'' (مجموعہ تفسیر آیاتِ قرآنی ص ۱۱۳)

مؤخر الذکر قول کی امام اہلسنت صحیح توضیح نہیں کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے انتقال کے بعد جب یوشع بن نون کی قیادت میں فلسطین فتح ہوا تو بنی اسرائیل اپنی کوئی متحدہ حکومت قائم نہ کر سکے بلکہ قبائلی عصبیت میں مبتلا ہو گئے۔ ساڑھے تین سو سال سے زائد مدت تک یہی طوائف الملوکی کا دور رہا، یہاں تک کہ عمالقہ کے سابقہ مشرک قبائل نے متحدہ محاذ بنا کر بنی اسرائیل کو فلسطین کے بڑے حصے سے بے دخل کر دیا اور تابوتِ سکینہ بھی چھین لیا۔

اس وقت حضرت سموئیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی حکومت کا نظم اپنے ایک رفیق جناب طالوت کو سونپ دیا جو نبی کی زیر قیادت اوران ہی کی ہدایات کے مطابق کام کرتے تھے۔ قرآن مجید نے نبی کی زبان سے ان کے بارے میں اعلان کرایا۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکاً ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ (البقرہ، آیت ۲۴۷) ان ہی کی زیر قیادت تین سو تیرہ مؤمنین صالحین کی مختصر سی فوج نے جالوت اوراس کے بڑے لشکر کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے شکست سے دوچار کر دیا۔ جالوت' حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا جو اس وقت بالکل نوعمر تھے اور طالوت کی فوج میں شامل تھے۔ اس عظیم فتح کے بعد بنی اسرائیل کی مستحکم حکومت شام وفلسطین میں قائم ہوئی اور طوائف الملوکی کا دور ختم ہوا۔ حضرت طالوت کی حکومت ۱۰۲۰ ق م سے لے کر ۱۰۰۴ ق م تک تقریباً ۱۶ سال قائم رہی۔

خلافت داؤد علیہ السلام

حضرت طالوت کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت قائم ہوئی، جو ۱۰۰۴ ق م سے لے کر ۹۶۵ ق م تک تقریباً چالیس سال قائم رہی۔ قرآن مجید نے ان کے بارے میں بتایا ہے کہ'' یا داؤد انا جعلناک خلیفۃفی الارض ......وشددنا ملکہ '......واتٰہ اللّٰہ الملک ''ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زمین میں خلیفہ بنایا (ص ۲۶) ......اور ہم نے اس کی حکومت کو قوت دی تھی (ص ۲۰)......اور اللہ نے اسے حکومت عطا کی تھی (البقرہ ۲۵۱)

ان آیات میں اسی خلافتِ داؤدی کا ذکر ہے۔ جالوت کے قتل کے وقت ہی سے ان کی شجاعت ظاہر ہو گئی تھی۔

نبوت اور حکومت ملنے کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں شام، عراق، فلسطین اور شرق اردن کے تمام علاقوں پر ان کی حکومت قائم ہوگئی۔

خلافت سلیمان علیہ السلام:

حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد یہ وسیع سلطنت ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو منتقل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل ۱۶) اور وارث ہوا سلیمانؑ داؤدؑ کا اور وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (الانبیاء ۷۹) داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام دونوں کو ہم نے حکومت دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بھی ۹۶۵ ق م سے لے کر ۹۲۶ ق م تک تقریباً چالیس سال قائم رہی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے رحبعام خلیفہ ہوئے تقریباً سترہ سال تک عدل وتقویٰ کے ساتھ حکمرانی کرتے رہے اور قوم کی اخلاقی برائیوں کے باعث ان کی حکومت کا زوال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جو خلافت بطور انعام عطا فرمائی تھی اس کی ترتیب اور مدت حسب ذیل ہے:

(۱) جناب طالوت: تقریباً سولہ سال ۱۰۲۰ ق م سے لے کر ۱۰۰۴ ق م تک۔

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام: تقریباً چالیس سال ۱۰۰۴ ق م سے ۹۶۵ تک۔

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام: تقریباً چالیس سال ۹۶۵ ق م سے ۹۲۶ تک۔

(۴) جناب رحبعام: تقریباً سترہ سال ۹۲۶ ق م سے ۹۱۰ ق م تک کل مدت خلافت ایک سو تیرا سال بنتی ہے۔

یہ ساری خلافت وحکومت اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور عطیہ وانعام تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آیتِ استخلاف میں اسی طرح کی خلافت بطور انعام اور عطیے کے امت مسلمہ کو بھی دینے کا اعلان فرمایا کہ وہ خلافت بھی تقریباً اتنی ہی مدت تک قائم رہے گی اور اس کی پسندیدہ بھی ہوگی، اسی لئے بنی اسرائیل کی خلافت کے ساتھ اسے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ مفکر اسلام، قاطع سبائیت مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

امتِ مسلمہ کے استخلاف کو بنی اسرائیل کے استخلاف سے تشبیہ دینے سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس امت میں بھی خلافت طویل مدت تک یعنی کم از کم ایک صدی تک رہے گی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی۔ اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو تشبیہ کے خلاف نہیں۔ اس سے کم ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ میں پوری مطابقت باقی نہیں رہتی اور مدت خلافت امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیہ کو مدتِ خلافت بنی اسرائیل سے کم تسلیم کرنا مقتضائے تشبیہ کے خلاف ہے۔ تشبیہ مذکور کا تقاضا یہ ہے کہ اموی اور عباسی خلافتوں کے دور کو خلافتِ موعودہ کا دور سمجھا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا انعام اور باعثِ خیر وبرکت سمجھا جائے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ آیت استخلاف میں تو صرف نفس ''استخلاف'' (عطائے خلافت) کو استخلاف سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کو ہم نے خلافت عطا کی تھی' اسی طرح تمہیں عطا فرمائیں گے۔ وجہ شبہ صرف اتنی ہی ہے جو تشبیہ کے لیے کافی ہے۔ یہ قطعاً ضروری نہیں کہ دونوں امتوں کی خلافتیں سب احوال واوصاف اور پوری کیفیت میں باہم مشابہ ویکساں ہوں......

جواب

اگرچہ استخلاف کی خبر بعنوانِ وعدہ خود بشارت اور مسرت خیز ہے لیکن پھر بھی مخاطب کے دل میں ہلکی سی خلش پیدا ہوسکتی تھی کہ یہ خلافت ومملکت عام قوانینِ تکوینی کے ماتحت حاصل ہوگی۔ یا بطور انعام اور عطائے خاص؟ اس شبہ کو دور کرنے اور بشارت میں مزید اضافہ فرمانے کے لیے ''کما استخلف ......فرما کر تشبیہ کے ذریعے بات بالکل صاف فرمادی گئی اور اپنے مقبول بندوں کو اس طرح مزید مسرت وطمانیت بخشی گئی کہ تمہیں ہم خلافت واقتدار بطور انعام عطا فرمائیں گے۔ یہ ہماری عطا فرمائی ہوئی نعمت ہوگی اور ایسی نعمت ہوگی جو بہت سی نعمتوں کے حصول کا سبب بنے گی۔ تشبیہ مذکورہ کا یہ فائدہ بدیہی طور پر سمجھ میں آتا ہے' اسے پیش نظر رکھنے کے بعد ہمارا استدلال بالکل بے غبار ہوجاتا ہے اور یہ حقیقت بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ آیت میں تشبیہ صرف استخلاف کو نہیں دی گئی بلکہ نوعیت وکیفیتِ استخلاف کو نوعیت وکیفیت استخلاف سے دی گئی ہے اور اس کا تقاضا وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ یعنی خیر وبرکت اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہونے میں بھی اس خلافت کو سابقہ مشبہ بہا خلافتوں کے مثل ہونا چاہیے۔ اگر یہ نہ سمجھا جائے تو تشبیہ سے کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا۔ عطائے اقتدار میں مشابہت ہونے سے کیا فائدہ؟ یہ مشابہت تو اسے ہر سلطنت وحکومت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ خواہ وہ اہل حق کی سلطنت ہو یا غیر مسلمین کی۔ اس میں اہل ایمان کے اقتدار کی کیا تخصیص ہے؟ اس سے یہ حقیقت اور زیادہ روشن ہوجاتی ہے کہ آیت میں تشبیہ صرف استخلاف کے ساتھ نہیں دی گئی ہے بلکہ کیفیت ونوعیتِ استخلاف کو کیفیت ونوعیتِ استخلاف کے مشابہ ظاہر فرمایا گیا ہے۔

شبہ تو بحمد اللہ بالکل صاف ہوگیا اور آیت سے ہمارا استدلال بالکل بے غبار ہوگیا۔ مگر مخالفین خلفاء کی آنکھوں کا غبار دور کرنے کے لیے انہیں آیت استخلاف کے اس آخری جز کی طرف متوجہ کرتا ہوں:

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ''اور جو لوگ اس کے بعد ناشکری کریں۔ تو یہی لوگ فاسق ہیں''

نعمتِ خلافت کے کفران کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسے نعمت کے بجائے نقمت (سزا وعذاب) کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ خلافت امتِ مسلمہ کو بطور انعام عطا فرمائی تھی اور ظاہر ہے کہ انعامِ الٰہی سراپا خیر وبرکت ہی ہوتا

ہے۔ خلافتِ راشدہ کے سراپا خیر و برکت ہونے میں تو کسی کلام کی گنجائش نہیں۔ ان کے بعد بھی شام و اندلس کی اموی خلافتیں اور بغداد کی عباسی خلافت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اسی خلافت کا حصہ تھیں، جس کا وعدہ آیتِ استخلاف میں فرمایا گیا ہے............

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی مذمت کرنا، خلفاء کو ظالم و جابر یا فاسق و فاجر کہنا، ان کی خلافتوں کو ناجائز کہنا، انہیں روم و ایران کے کافر و فاسق بادشاہوں سے تشبیہ دینا، ان کے دور کو روم و ایرانی قسم کی ''ملوکیت'' کہنا، ان پر افتراء کرنا کہ وہ کافر بادشاہوں کی طرح بیت المال کو اپنی ذاتی ملک سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے مال کو اپنے تعیش کے لیے صرف کرتے تھے۔ ان پر یہ بہتان باندھنا کہ وہ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات برداشت نہ کر سکتے تھے اور بے گناہوں کو قتل کر کے خون بہاتے تھے۔ ان پر اور ان کے معاونین پر یہ اور اس قسم کے دوسرے الزام لگانا اور یہ کہنا کہ علماء و صلحاء کا طبقہ ان سے بیزار اور مایوس ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ان سے بالکل الگ ہو گیا تھا۔ ان خلفاء اور ان کے معاونین پر اس طرح کی الزام تراشی کر کے تقریباً سات آٹھ سو سال تک باقی رہنے والی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتِ خلافت کو شر و فساد اور مصیبت و بلا ظاہر کرنا کیا کفرانِ نعمت نہیں ہے؟ پھر کیا آیتِ مقدسہ میں کفرانِ نعمت کرنے والوں کو فاسق نہیں کہا گیا ہے؟ اس آیت کا شیعوں پر صادق آنا تو بالکل واضح ہے۔ لیکن وہ سنی جو اموی خلافت اور اموی خلفاء کی مذمت کرتے رہتے ہیں۔ ان سے بغض و عداوت رکھتے ہیں اور جو شخص ان کی تعریف کرے اسے خارجی اور ناصبی کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ذرا غور کر لیں کہ کہیں وہ بھی تو اس آیتِ کریمہ نذیرہ کی زد میں نہیں آ جاتے ہیں؟ (اظہارِ حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت۔ ج ۳، ص ۱۳، ۳۱)

(جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

☆ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ☆ 29 / جولائی 2004ء بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی **سید عطاء المہیمن بخاری** دامت برکاتہم

(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم جامعہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان فون: 061-511961

ابومعاویہ رحمانی

میثاقِ مدینہ

کفار ومشرکین کی طرف سے انتہائی تکالیف پہنچانے ،مشکل حالات پیدا کرنے اور ہجرت پر مجبور کرنے کے باعث نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلا کام حفاظت خود اختیاری کی تدبیر کو عملی جامہ پہنایا۔ نہ صرف اپنی اور مہاجرین کی بلکہ انصار کی بھی کیونکہ انہوں نے ہی تو نبی کریم ﷺ اور مہاجرین مکہ کو اپنے ہاں پناہ دی تھی ۔ یہود مدینہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا گیا جس کو کتبِ سیر میں ''میثاقِ مدینہ'' کے لقب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چونکہ قریش کو تولیتِ کعبہ کے باعث قبائل عرب میں ایک گونہ برتری اور سیادت حاصل تھی' اس لیے مکہ سے مدینہ تک پھیلے ہوئے قبائل قریش کے زیر اثر تھے۔

نبی کریم ﷺ نے مختلف اوقات میں متعدد صحابہ کی زیر قیادت مختلف جماعتوں کو اطراف مدینہ کی جانب سے روانہ کیا۔ اس طرح کی جماعت کو اصطلاح سیرت میں لفظ ''سریہ'' کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان سرایا کے مختلف مقاصد تھے۔ بعض سرایا کی غرض تکمیل معاہدات وتبلیغ اسلام تھی اور بعض کی حملہ آور دشمن کے احوال کی دریافت اور بعض کی غرض قیام امن کے لیے سرحدات کی حفاظت تھی ۔ اس کے علاوہ بھی ان مہمات میں دینی اغراض مضمر تھیں' اس طرح کی مہمات میں شرف قیادت کا سرمایۂ افتخار جن حضرات کو حاصل ہوا ہے' سیر وتاریخ کی کتب میں ان کی تعداد کوئی چالیس کے قریب ہے' جن کے اسماء گرامی یہ ہیں : حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ، حضرت عبیدہ بن حارث ، حضرت سعد بن ابی وقاص ، حضرت عبداللہ بن جحش ، حضرت محمد بن مسلمہ ، حضرت زید بن حارثہ ، حضرت ابوسلمہ مخزونی ، حضرت عبداللہ بن انیس ، حضرت عکاشہ بن محصن ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ، حضرت علی بن ابی طالب ، حضرت ابوبکر صدیق ، حضرت عبداللہ بن رواحہ ، حضرت جابر الفہری ، حضرت جعفر بن ابی طالب ، حضرت کرز بن جابر ، حضرت عمرو بن امیہ ، حضرت عمرو بن العاص ، حضرت خالد بن ولید ، حضرت سعد بن زید الاشہلی ، حضرت قطبہ ، حضرت عبداللہ بن حذافہ ، حضرت ضحاک بن سفیان ، حضرت ابوقتادہ ، حضرت عیینہ بن حصین ، حضرت ابوجندل ، حضرت ابن ابی العوجاء ، حضرت کعب بن عمیر ، حضرت عمیر ، حضرت عاصم بن ثابت ، حضرت منذر بن عمرو ، حضرت عبداللہ بن ضحاک ، حضرت ابوبصیر ، حضرت سالم بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ اس فہرست میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو بعض مہمات میں فرد تنہا کی حیثیت میں گئے تھے۔

سرایا کی تعداد میں علماء سیر کا اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے ان کی تعداد اڑتیس (۳۸) بتائی ہے۔ بعض دوسرے حضرات نے اس سے زیادہ تعداد بیان کی ہے۔ اس اختلاف کی مدار ان مہمات کی حیثیت میں ہے کہ بعض علماء کے نزدیک

ان میں توسیع ہے۔اس لیے ان کی رائے میں ایک شخص کا بھیجنا بھی ''سریہ'' میں شمار ہوگا اور بعض کے نزدیک سریہ کے لیے تعداد شرط ہے۔ جب تک وہ مطلوبہ تعداد نہیں معلوم ہوگی' اس کو سریہ میں شمار نہ کریں گے۔

فراہمی اخبار کے نظام کو ہمیشہ مستحکم بنیادوں پر قائم رکھا۔حضرت عباس بن عبدالمطلب اسی فریضہ کی انجام دہی کے لیے مکہ میں مقیم تھے۔وہ ہمیشہ خفیہ طریقے سے نبی کریم ﷺ کو مکہ کے حالات سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔آپ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ جو کہ ابوجہل کی زیرنگرانی سفر کررہا ہے' فلاں وقت جہینہ کے علاقے سے اس کا گزر ہوگا۔جہینہ کا علاقہ چونکہ تجارتی شاہراہ پر واقع تھا' اس لیے اس کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔نبی کریم ﷺ نے قریش کی اس تجارتی شاہراہ کی بندش کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت تیس سواروں پر مشتمل ایک سریہ روانہ کیا۔اس سریہ کی روانگی ہجرت کے بعد ساتویں مہینے ماہ رمضان میں ہوئی۔اس سریہ کے تمام شرکاء مہاجرین تھے۔یہ مسلمانوں کے پہلے سپاہی تھے جو اسلام کی راہ میں جان فروشی کے لیے نکلے۔نبی کریم ﷺ نے اپنے دست اقدس سے نیزے کے سرے پر سفید کپڑا باندھ کر پرچم تیار کیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔یہ پرچم تاریخ اسلام میں سب سے پہلا پرچم ہے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام میں سب سے پہلے سالار لشکر ہیں۔اس لشکر اسلام کا رخ کوہستان جہینہ کی ایک بستی عیص کی طرف تھا جو کہ ساحل سمندر پر واقع تھی۔مشرکین کا تجارتی قافلہ جونہی عیص پر پہنچا، مسلمان بھی پہنچ گئے۔کفار نے مقابلہ کی تیاری شروع کردی۔مسلمان بھی تیار ہوگئے۔مجدی بن عمرو جہنی جو کہ قبیلہ کا رئیس تھا' اس نے کوشش کرکے لڑائی کو ٹال دیا اور یہ اعلان کیا کہ ''جیسے قریش ویسے مسلمان ہمارے دوست ہیں۔'' گویا اس علاقے کے خودمختار حکمران نے اسلامی حکومت کو تسلیم کرلیا اور آج کے بین الممالک قانون کے مطابق کہ نئی مملکت کا وجود اس وقت تک تسلیم نہیں کیا جاتا جب تک کوئی خودمختار حکمران اس کو تسلیم نہ کرے۔اس لحاظ سے مجدی پہلا حکمران ہے' جس نے مدینہ کی آزاد حکومت کو تسلیم کرلیا۔سیاسی طور پر مسلمانوں کا یہ سریہ کامیابی سے ہمکنار ہوکر مدینہ میں واپس آیا۔

عمرفاروق ہارڈ ویئر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل
گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار، ڈیرہ غازی خان فون:0641-462483

حافظ لدھیانویؒ

حمد باری تعالیٰ

ابتدائے کلام کرتا ہوں
دم تری بندگی کا بھرتا ہوں

جب تری حمد کان پڑتی ہے
دلِ مردہ میں جان پڑتی ہے

صبح کا نور ہے کتاب تری
حمد کرتا ہے آفتاب تری

رات دن کے ورق الٹتا ہے
لطف سے تیرے وقت کٹتا ہے

کوہساروں کو تو نے چمکایا
برف کا تاج ان کو پہنایا

چاندنی تیرے گیت گاتی ہے
نغمۂ حمد گنگناتی ہے

دھڑکنوں میں ہے نعرۂ حق ہُو
تیری قدرت کے ہیں نشاں ہر سُو

کائنات آئینہ جمال کا ہے
نقش ہر اک ترے کمال کا ہے

اشکِ غم کی ہے آبرو تجھ سے
شاخِ امید میں نمو تجھ سے

تری رحمت پہ ہے نظر سب کی
تجھ کو ہر آن ہے خبر سب کی

سب خزانوں کا مالک و مختار
ذرے ذرے میں ہیں ترے انوار

ہر جگہ تیری حکمرانی ہے
تو ہے باقی جہان فانی ہے

فکر کو بخش دی جِلا تو نے
ذوقِ مدحت عطا کیا تو نے

ہر عمل ہو تری رضا کے لیے
میرے افکار ہوں ثناء کے لیے

نعتِ سرکار سے ہو جاں روشن
ذکر سے جس کے ہے جہاں روشن

حفیظ تائبؒ

خیر البشر ﷺ

خوش خصال وخوش خیال وخوش خبر خیر البشر — خوش نژاد وخوش نہاد وخوش نظر خیر البشر
دل نواز و دل پذیر و دل نشین و دل کشا — چارہ ساز و چارہ کار و چارہ گر خیر البشر
حسنِ فطرت، حسنِ موجودات، حسنِ کائنات — نورِ ایقاں ، نورِ جاں، نورِ بصر خیر البشر
سربسر مہر و مروت سربسر صدق و صفا — سربسر لطف و عنایت سربسر خیر البشر
اعتدالِ دین ودنیا اتصالِ جسم و جاں — اندمالِ زخم ہر قلب و جگر خیر البشر
کا رزارِ دہر میں وجہِ ظفر وجہِ سکوں — عرصۂ محشر میں وجہِ درگزر خیر البشر
آدمی کے اوّلیں درد آشنا شاہ ہدیٰ — آگہی کے آخری پیغام بر خیر البشر
خیر ہر ذی روح کی خیر الوریٰ خیر الانام — خیر ہر انسان کی خیر البشر ، خیر البشر
اپنی امت کے برہنہ سر پہ رکھ شفقت کا ہاتھ — پونچھ دے انسانیت کی چشمِ تر خیر البشر
رونما کب ہوگا راہِ زیست پر منزل کا چاند — ختم کب ہوگا اندھیروں کا سفر خیر البشر

کب ملے گا ملتِ بیضا کو پھر اوجِ کمال
کب شبِ حالات کی ہوگی سحر خیر البشر

☆......☆......☆

پروفیسر خالد شبیر احمد

غـزل

اُٹھتی ہے فغاں ایک ہی اب زخمی دلوں سے
جو زخم ملا ہم کو ' ملا لالہ رُخوں سے

مانگے ہوئے یہ بال یہ پر کام نہ دیں گے
پرواز تو ہوتی ہے فقط اپنے پروں سے

ہے رنگِ گُل لالہ گراں صحنِ چمن پر
اب بوجھ نہیں اُٹھتا ' رگِ گُل کا گُلوں سے

کثرت سے تیری یاد میں دھڑکے ہے میرا دل
کیوں تیرا فسوں جاتا نہیں اپنے سروں سے

اک کیف ہے اک جذب ہے ' آشفتہ سری بھی
بس دل کو سکوں ملتا ہے آشفتہ سروں سے

ہر سمت یہاں خون فشاں حرص کے بادل
کیا سوچ کے نکلے تھے بھلا اپنے گھروں سے

جب اپنے خدوخال ہی بگڑے سے ہوئے ہیں
پھر شکوہ کوئی کیسے کرے شیشہ گروں سے

بُلبُل سے گُل و برگ کا رشتہ ہے قدیمی
کچھ ایسا ہی رشتہ ہے میرا ' میرے غموں سے

مدت سے ہے گردش میں میرا چاکِ مقدر
کچھ بھی تو نہ بن پایا میرے کُوزہ گروں سے

بگڑی ہی چلی جاتی ہے خالدؔ کی طبیعت
ڈھارس کے سوا کچھ نہ ملا چارہ گروں سے

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

تقدیر

پھٹے پرانے میلے کچیلے
کپڑے، بستے، ہاتھ
قلم، دوات
اور ہاتھ میں تختی
کوئی نہ پوچھے بات
خالی چائے، زہر پیالہ
پی کر قوم کے بچے
قول کے پکے، بات کے سچے
اپنے اپنے سکول ہیں جاتے
ٹُنڈ درخت کے نیچے بیٹھے
میلے ٹاٹ کے اوپر
اُن کی بلا سے کون ہیں کھاتے
اُن کے نام کے
کئی سو ملین ڈالر
تختی پر بھی لکھتے ہیں وہ
اونچی اونچی پڑھتے ہیں وہ
الف سے اللہ، ب سے بندہ
ح سے حاکم، ر سے رندہ
اس سے آگے
وہ کیا جانیں
لکھ دی ہے تحریر
ماں باپ جن کے
ہار کے
جس کو کہتے ہیں
تقدیر!

☆......☆......☆

گفتگو: مخدوم اطہر

اسلامی قوانین ترک کرنے پر مزاحمتی تحریک چلائیں گے

حدود آرڈیننس کے معاملے میں پارلیمنٹ خود مختار ہے اور نہ صدر مملکت

ڈاکٹر عبدالقدیر ملت اسلامیہ کا محسن جبکہ ڈاکٹر عبدالسلام غدار ہے

مجلس عمل توہینِ رسالت قانون میں ترمیم نہیں روک سکتی تو اسمبلیوں سے باہر آجائے

قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کا روزنامہ ''انصاف'' کو دیا گیا فکر انگیز انٹرویو

> ''سید عطاء المہیمن بخاری ایک بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تاریخ آزادی کا ایک معتبر نام ہیں۔ ختم نبوت کے ڈاکو قادیانیوں کا تعاقب اور ان کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنا آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ انگریز کے خلاف جدوجہد، قادیانیت کا محاسبہ اور جہادِ کشمیر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی مجلس احرار کے بنیادی اہداف تھے۔ مجلس احرار نے ۱۹۳۰ء میں کشمیر کے اندر جہاد منظم کیا اور جہادی لشکر روانہ کئے۔ قیام پاکستان کے بعد سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے منفرد موقف اختیار کیا اور اعلان کیا کہ چونکہ ہمارا موقف تسلیم نہیں کیا گیا' مسلم لیگ کے موقف کے مطابق پاکستان وجود میں آگیا ہے' اس لیے مسلم لیگ کا حق ہے کہ وہ یہاں اپنے ایجنڈے کے مطابق کام کرے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجلس احرار اسلام کو ایک دینی دعوتی جماعت کا کردار دے کر سیاست کے میدان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس کے باوجود قادیانی مسئلہ پر مجلس احرار کالعدم قرار دے دی گئی' پھر بحال ہوئی۔ شاہ جی انتقال کر گئے مگر مجلس احرار اسلام اپنا کردار ادا کرتی رہی۔ آج کل اس کی قیادت کا بار اُن کے فرزند سید عطاء المہیمن بخاری کے کاندھوں پر ہے۔ جو ہمہ تن مصروف اور سرگرم عمل ہیں۔ سید عطاء المہیمن شاہ جی' جنہیں کارکنان احرار ''پیرجی'' کے نام سے پکارتے ہیں' اخبار و تشہیر کی دنیا سے کوسوں دور ہیں۔ ان سے انٹرویو کرنا ایک مشکل کام تھا کہ وہ اس پر آمادہ ہی نہ تھے مگر ہمارا یہ اعزاز ہے کہ پیرجی نہ صرف انٹرویو پر آمادہ ہوئے بلکہ روزنامہ ''انصاف'' کے دفتر تشریف لائے۔ ان کے خیالات اک نیا ولولہ عطا کرتے ہیں۔''

سوال: عالم اسلام کے موجودہ حالات سے آپ اچھی طرح آگاہ ہیں۔ آپ ان کا تجزیہ کس طرح کریں گے؟

جواب: دنیا میں دو قسم کے قوانین ہیں۔ الٰہی قوانین اور انسانی قوانین۔ الٰہی قوانین کا تعلق وحی سے ہے اور انسانی قوانین کا تعلق عقل سے ہے۔ مسلمان الٰہی قوانین کے پابند کیے گئے ہیں۔ جب سے مسلم حکمرانوں نے الٰہی قوانین سے تعلق توڑ کر کفریہ قوانین سے تعلق جوڑا' وہ ذلیل و رسوا ہو گئے۔ عالمی کفریہ طاقتیں اُن پر غالب آگئیں اور مسلم ممالک اپنے حکمرانوں کی بدعہدی کی وجہ سے کفار کے مقابلے میں مغلوب ہو گئے۔

انسانی قوانین کے استعمال سے امت کا زوال ہوا۔ کفریہ طاقتوں کے حلیف بن کر مسلمان تباہ ہوئے۔ سب سے

اہم کام یہ ہے کہ ان طاغوتی طاقتوں سے نجات حاصل کی جائے ۔ترقی کے لیے اس دور میں سب سے بڑی چیز مالی قوت، افرادی قوت، سائنس اور ٹیکنالوجی ہیں جو سب مسلمانوں کے پاس موجود ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم ممالک کی متحدہ تنظیم او آئی سی کو فعال ومتحرک اور منظم کیا جائے۔مسلمانوں کی متحدہ فوج اور کرنسی ہو۔عہد حاضر میں ترقی اور غلبہ اسلام کا یہ واحد راستہ ہے' جس پر عمل پیرا ہو کر حکومتِ الٰہیہ کا قیام ممکن ہو سکے گا۔

موجودہ حکمران مغرب سے آئے ایجنڈے پر عمل کرنے کے لیے مستعد ہیں تاکہ لوگوں میں یہ خیال پیدا کیا جائے کہ اللہ اور رسول ﷺ قرآن اور ایمان سب ذاتی معاملات ہیں

میرے نزدیک اس وقت دو ایسے بنیادی نکتے ہیں جن پر عالم کفر محنت کر رہا ہے۔پہلا یہ کہ لوگوں کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا تصور ختم کیا جائے ۔اس کے تقدس ،اس کی طاقت کا تصور کمزور کیا جائے ۔اس مقصد کے لیے پہلے بڑی طاقتیں کام کرتی رہی ہیں جو اپنے انجام کو پہنچ چکی ہیں۔یہود و نصاریٰ کی بھی یہی کوشش ہے کہ خدا کے تصور کو دل و دماغ سے محو کر دیا جائے۔دوسرے یہ کہ نبی پاک ﷺ کو عام انسان کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ایک عالم، مصلح، لیڈر یا سربراہ مملکت کی حیثیت دی جائے اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کو نہ ماننا کفر ہے۔اس عقیدے کو دل و دماغ سے نکالا جائے۔اس سے وہ یہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ ایسا معاشرہ تشکیل ہو جس میں عقائد کا مسئلہ نہ ہو جس کو یہ انتہا پسندی یا بنیاد پرستی کہتے ہیں۔بنیاد پرستی ہمارا بنیادی عقیدہ ہے۔اسلام میں داخل ہونے کی پہلی بات یہی ہے کہ آدمی بنیاد پرست ہو۔انتہا پسندی یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد میں کسی قسم کی لچک نہیں رکھتے۔یہ عقائد ہمارے ذاتی نہیں ہیں۔اس بنیاد پر ہمارا کفر کے ساتھ ٹکراؤ ہے کہ وہ سارے کام عقل کی بنیاد پر کرتے ہیں۔وہ ہمیں رجعت پسند کہتے ہیں۔حالانکہ رجعت پسند یہود و نصاریٰ ہیں۔یہ ہمیں دور جہالت میں واپس لے جانا چاہتے ہیں۔ہمارا بنیادی اصول اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے نظریے کا دفاع کرنا ہے۔یہ لوگ انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں اور قوانین کو لوگوں کی فلاح و بہبود، مملکت کی ترقی ،انسانیت کی ترقی کے لیے بہتر سمجھتے ہیں۔کفر یہ سوچے تو اس کے لیے اجازت ہے۔مسلمان کے لیے یہ سوچ رکھنی گناہ ہے۔ہمیں اسی گناہ کی سزا مل رہی ہے کہ ہم نے اللہ کے قانون کو چھوڑ کر انسانوں کے قوانین کو ترجیح دی۔پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک اس غلطی کا شکار ہیں۔موجودہ حکمران طبقہ مغرب سے آئے ایجنڈے پر عمل کرنے کے لیے مستعد ہے کہ لوگوں میں یہ خیال راسخ کیا جائے کہ خدا، رسول، ایمان ،قرآن سب ذاتی معاملات ہیں' ان کو اجتماعی معاملہ نہ سمجھا جائے قرآن کہتا ہے کہ ''تم اس ایک چیز کو ماننے کے بعد دوسری کو کیوں مانتے ہو۔'' اگر ہم اللہ وحدہٗ کو مانتے ہیں تو اس کے قانون کو کیوں نہیں مانتے......نبی اکرم ﷺ کو مانتے ہیں تو ختم نبوت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔آپ کے لائے ہوئے معاشی ،اقتصادی سیاسی اور مملکت کے پروگرام کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔اس میں ہمیں اختیار نہیں ہے بلکہ ہم اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے پابند ہیں۔ایک آدمی اگر فوج میں داخل ہوتا ہے تو سابقہ زندگی پیچھے رہ گئی۔وہ اپنی مرضی نہیں کر سکتا۔اگر وہ اپنی مرضی کرے گا تو اسے فوج سے نکال دیا جائے گا۔جب

انسانی تنظیموں میں انسان اپنی مرضی نہیں کرسکتا تو اللہ کے قانون میں کیسے اپنی مرضی کرسکتا ہے۔تیسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔خطاب اہل کتاب سے ہے لیکن ہم سب سے بڑے اہل کتاب ہیں فرمایا ''جس قوم نے بھی اپنی خواہشات و خیالات پرعمل کیا ہے'وہ گمراہ ہے۔تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم دین میں اپنی خواہشات کوداخل نہ کرو'' خواہشات کوداخل کرنے سے سوائے گمراہی کے کچھ نہیں ملے گا۔حق میں غیرحق داخل کرنا گمراہی ہے۔قرآن کواللہ کی کتاب مان کراس کے احکامات کو تسلیم نہ کرنا گمراہی ہے۔

کرنسی نوٹ پرقائداعظم کی تصویر پرلکیر لگی ہوتو وہ قابل قبول نہیں مگر حیرت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات کی توہین کے قوانین پراعتراض کیا جاتا ہے

یہی اس وقت ہمارا بنیادی مسئلہ ہے کہ مغرب ہمارے دل ودماغ سے اللہ رسول ﷺ اور قرآن کونکال کرہمیں لبرل بنانا چاہتا ہے اس لبرل کا مطلب ہے کہ کہلاؤ مسلمان لیکن تمام اعمال اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کے خلاف کرو۔اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی مخلوق ان کا حکم مانتی ہے۔یا تو کسی اور کی مخلوق بن جاؤ ورنہ اللہ کا حکم مانو۔ہم اپنی عقلوں سے فیصلے کرنے کے پابند نہیں بلکہ اللہ کے احکام کے پابند ہیں۔یہی اللہ پاک نے فرمایا کہ تمہیں کتاب دی گئی تم اس کے مطابق فیصلے کرو اپنی عقلوں سے فیصلے مت کرو۔اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن میں فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کو جاہلوں میں بھیجا حضور ﷺ کو جاہل نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ آپ کو جاہلوں میں بھیجا۔یہ لوگ جہالت کی بنیاد پر گمراہ تھے حالانکہ عقلمند تھے سلطنتیں چلارہے تھے مثلاً روم،فارس،بازیہ بڑی طاقتور سلطنتیں تھیں۔اللہ ان کو جاہل کہتا ہے اوران کی جہالت ختم کرنے کے لیے قرآن نازل فرمایا۔ہماری کامیابی اللہ کے احکامات پرعمل کرنے سے ہے جن میں ہرمسئلے کا حل ہے۔مثلاً آپس کے تنازعات کے بارے میں اللہ نے فیصلہ فرمادیا کہ اگرتم کسی بات میں الجھ جاؤ تو اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو۔یہ نہیں کہا کہ پارلیمنٹ،ہائی کورٹ،سپریم کورٹ کی طرف رجوع کرو۔یہ سب ادارے اسلام میں نفاذ کے ادارے ہیں مقنّنہ نہیں ہیں۔اب حدود آرڈی نینس کا مسئلہ ہے۔اس میں نہ پارلیمنٹ مختار ہے نہ صدرمملکت۔ان حدود کو بدلنے کے لیے کوئی بھی انسان صاحب اختیار نہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۲۳ سالہ حیات مبارکہ میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں کہ آپ نے قانون سازی میں مشاورت کی ہو۔قانون اللہ کی کتاب ہے۔آپ نے نفاذ کیا۔ہاں یہ سوال کہ باقی محکموں کوعلیٰ منہاج النبوت کیسے ترتیب دیا جائے یہ ہے مشاورت۔

حدود قوانین بندوں کے بنائے ہوئے نہیں یہ اللہ کے قوانین ہیں۔اوّل تو موجودہ حکمران طبقے کو حدود کا پتہ ہی نہیں۔یہ تو اپنی حدود سے واقف نہیں ہیں۔یہ اللہ کی قائم کردہ حدود سے کیسے واقف ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے حدود میں اپنے منصب،اپنے نبی ﷺ کے منصب کا تحفظ فرمایا۔ہماری عقلیں نہ پہنچ سکیں لیکن ان حدود کا تحفظ واجب ہے۔پاکستان میں اگر کوئی شخص قائداعظم کی شان میں توہین آمیز جملہ کہے تو اسے سزا ملے گی اورتو اورکرنسی نوٹ پراگرقائداعظم کی تصور پرلکیر لگی ہوتو

وہ نوٹ قبول نہیں کیا جاتا لیکن حیرت ہے کہ نبی ﷺ کی ذات مبارکہ کی توہین پر قوانین پر اعتراض کیا جاتا ہے۔جن کے احترام پر ایمان کا دارومدار ہے۔

سوال: پارلیمنٹ حدود قوانین میں تبدیلی نہیں کرسکتی لیکن پاکستان میں ان کا نفاذ تو پارلیمنٹ نے ہی کیا ہے اور اس کے پاس ترمیم کا اختیار بھی ہے؟

جواب: اس کے پاس صرف نفاذ کا اختیار ہے۔حدیث مبارکہ ہے کہ جو کوئی نبی کو گالی دے اسے قتل کرو۔یہ قانون ہے اسلام کا' اور نبی کوئی بھی ہو۔اس کی توہین کی سزا قتل ہے۔اس قانون میں ترمیم نہیں ہوسکتی۔

سوال: ہمارے حکمرانوں کا کہنا ہے کہ ہم پر عالمی دباؤ ہے کہ اس معاملے میں انسانی حقوق کا خیال رکھیں کیا حکمرانوں کے پاس اس کا اختیار ہے اور اگر یہ ایسا کریں تو پھر آپ کا کیا لائحہ عمل ہوگا؟

جواب: مغربی ممالک میں بھی جرم کی سزا ہوتی ہے۔ہمارے نبی ﷺ کی اہانت جرم ہے۔حدیث مبارکہ نے قانون بنادیا ہے۔یہ ہمارا بنایا ہوا قانون نہیں بلکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کے میرے اور میرے ہم منصبوں کی اہانت کرنے والے کا وجود دنیا سے مٹادو۔اسی طرح فرمایا جو میرے صحابہ کو گالی دے' اسے دُرے مارو۔یہ قانون کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔پاکستان مسلمانوں کا ملک اور ۹۷ فیصد لوگ مسلمان ہیں۔آپ کو ایک بھی ایسا مسلمان نہیں ملے گا جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین برداشت کرے۔ہم اس کے خلاف جمہوری انداز سے بھی قانون پاس نہیں کرسکتے۔یہ کتنی غیر فطری بات ہے کہ مغربی ممالک اپنے لوگوں کی خواہشات کے مطابق قوانین بناتے ہیں لیکن ہم پر دباؤ ڈالتے ہیں۔کہ ہم اسلام کے قوانین کو ان کی خواہش کے مطابق تبدیل کردیں۔کوئی کلمہ گو ایک لمحے کے لیے یہ سوچ نہیں سکتا کہ وہ نبی کی توہین برداشت کرے گا خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔

سوال: حکومت کا اس وقت مطمع نظر حدود اور توہین رسالت قوانین میں تبدیلی ہے۔مسلمانوں کا ردّعمل کیا ہونا چاہیے؟

جواب: اس قانون میں تبدیلی کی کوشش عیسائی اور مرزائی کررہے ہیں۔پاکستان میں عیسائیوں کو کبھی کچھ نہیں کہا گیا۔ان کو اپنے دائرہ کار میں اپنی تبلیغ کی اجازت ہے۔وہ اپنے حقوق سے تجاوز بھی کرتے ہیں۔مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے میں اُن کی مشنریاں اور این جی اوز سرگرم عمل ہیں،انہیں کھلی آزادی ہے۔ہاں مرزائیوں کو تکلیف ہے۔ان کی لابی کام کررہی ہے۔وہ اس ملک کو توڑنے کے لیے سازشیں کرتے ہیں۔اس ملک کی تباہی و بربادی اس بنیاد پر ہوگی کہ مسلمانوں کو لبرل کردیا جائے۔ہم ان شاءاللہ یہ نہیں ہونے دیں گے۔

دین کا راستہ اختیار نہ کرنے پر مجلس عمل نے دینی جنگ ہاردی

اب رہا یہ سوال کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے تو جو مسلمان اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں' ہم ان سے اپیل نہیں کرتے لیکن ان کو احساس دلاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔وہاں دیندار طبقہ خواہ مجلس عمل کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں کا فرض ہے کہ اس

کے خلاف مزاحمت کریں۔ پوری قوم ان کے ساتھ ہے اور ہم بھی ان کے لیے فضا سازگار کر رہے ہیں۔ اگر پرویز مشرف نے ان قوانین کو چھیڑا تو ہماری مزاحمت تحریک کی صورت اختیار کر جائے گی۔ اسمبلی میں موجود دینی قوتیں اگر مزاحمت نہیں کر سکتیں تو اسمبلی سے استعفیٰ دے دیں۔ عوام ان کی تائید کریں گے اور ہم ان کا استقبال کریں گے۔ بس یہی طریقہ ہے کہ اسمبلی میں مزاحمت اور عوامی دباؤ ہو۔

جہاں تک انسانی حقوق کے علمبرداروں کی بات ہے' وہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں۔ افغانستان، عراق، فلسطین میں جو بے گناہ لوگوں کو مار رہے ہیں' وہ کیا انسانی حقوق کے مطابق مار رہے ہیں؟ ان کی بات ہی چھوڑیں۔ ہمارے لیے یہ عقائد کا مسئلہ ہے اور ہم اپنے عقیدے کا دفاع کر رہے ہیں کہ حدود قوانین قانون توہین رسالت اور قانون امتناع قادیانیت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

سوال: اس وقت افغانستان، عراق یا جہاں کہیں بھی دیکھیں امریکی قیادت میں مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ دنیا میں ۵۰ سے زائد اسلامی ممالک ہیں پھر مسلمانوں کی اس ذلت کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ہمیں اپنا راستہ چھوڑنے، قرآنی احکامات کو پس پشت ڈالنے کی سزا مل رہی ہے۔ اگر ایک شخص فالج کا مریض ہے اور ڈاکٹر اسے کہتا ہے کہ وہ ٹھنڈا پانی نہ پیئے نہ اس سے نہائے اور وہ شخص برف والا پانی پیتا بھی ہے اور ٹھنڈے پانی سے نہاتا بھی ہے تو اس کا فالج کیسے دور ہوگا۔ قرآن پاک اللہ نے شفا نازل کی ہے۔ اس کو چھوڑنے والوں کو نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے والوں کو فائدہ ملے گا۔ ہم نفع کی چیز چھوڑ کر کیسے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جب تک پوری ملت اسلامیہ اور مسلم حکمران اللہ کے قوانین کا اپنے ملکوں میں نفاذ نہیں کرتے' فلاح نہیں پا سکتے اور باقی دنیا پر واضح نہیں کرتے کہ ہمارے پاس تم سے بہتر نظام ہے جو پوری کائنات کے والی کا دیا ہوا ہے اور وہ ہر مخلوق کی فطرت کو جانتا ہے۔ اسی کے قوانین کامل ہیں۔ بہ نسبت انسانی عقل سے بنائے ہوئے قوانین کے۔ شروع اسلام کے دور میں بھی لوگوں نے محسوس کیا کہ حضرت محمد ﷺ کے دامانِ رحمت میں سکون ہے۔ وہاں یہودی بھی سکون محسوس کرتے تھے مگر صرف سیاسی وجوہات کی بنا پر مخالفت کرتے تھے ورنہ ان کو کوئی تکلیف نہیں تھی۔

سوال: مسلمان ملکوں کے حکمران امریکہ کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ باقی دینی جماعتوں میں سے بھی ہر جماعت کے کئی کئی گروہ ہیں۔ پھر آپ کس سے امیدیں وابستہ کئے بیٹھے ہیں؟

جواب: مرکزی نکتے پہ کسی کا اختلاف نہیں۔ نہ توحید و رسالت نہ قوانین پہ کسی کا اختلاف ہے۔ جو اختلافات ہیں' وہ فروعی اور شخصیات کے اختلافات ہیں یا تشریحات کے اختلافات ہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ''اللہ کا قانون بندوں کے لیے'' اس پر کسی کو اختلاف نہیں۔ اس کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ ایسا کریں گے تو بڑی سے بڑی کفر کی طاقت سے بھی ٹکرا جائیں گے اور بالآخر غالب ہوں گے۔

سوال: یہ جدوجہد کون کرے گا' یہ کس کا فریضہ ہے؟

جواب: ویسے تو ہر شخص پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لیکن ملکی سطح پر یہ مجلس عمل کے قائدین کا فرض ہے۔ وہ بڑی سیاسی شخصیات ہیں اور قوم کی قیادت ہیں۔ انہوں نے دینی جنگ ہار دی ہے اور سیاسی جنگ آدھی جیتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے دین کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ پرویز مشرف کو آئینی طور پر مجلس عمل نے مضبوط کیا ہے' اب وہی اس کا مداوا کرے۔

سوال: متحدہ مجلس عمل نے پاک افغان ڈیفنس کونسل سے جنم لیا' اس میں مجلس احرار شامل تھی پھر آپ متحدہ مجلس عمل میں شامل کیوں نہیں ہوئے؟

جواب: ہمارا راستہ اتنا ہی تھا' آگے کا تھا ہی نہیں۔ جہاں تک رفاقت تھی' وہاں تک گئے اس سے آگے نہ مجلس عمل کو ہماری ضرورت تھی اور نہ ہم ان کے لیے ناگزیر تھے اور اصل بات یہ ہے کہ ہم اس راستے سے دین کے نفاذ کے قائل نہیں ہیں۔ اسی لیے میں نے یہ بات کی تھی کہ متحدہ مجلس عمل نے دینی محاذ پر شکست کھائی ہے اور مروجہ سیاسی محاذ پر صرف آدھی فتح حاصل کی ہے اور آدھی شکست کھائی ہے۔

سوال: مجلس احرار ووٹ کی سیاست میں حصہ نہیں لیتی جبکہ پاکستان میں یہی طریقہ مروج ہے۔ آپ پھر تبدیلی کیسے لائیں گے؟

جواب: دعوت کے ساتھ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے قلوب واذہان کو تبدیل فرمایا۔ اسی طرح لوگوں پر دلائل کے ذریعے ثابت کیا جائے کہ جس راستے پر آپ چل رہے ہیں' یہ قطعاً نجات اور کامیابی کا راستہ نہیں ہے۔ ۵۶ برس میں حالات نے جو رخ اختیار کیا' اس کے بعد جو کچھ باقی بچا ہے' وہ میں سمجھتا ہوں ہماری دعوت وتبلیغ سے ہی باقی ہے۔ ہم لوگوں میں یہی بات پھیلاتے ہیں کہ یہ نظام باطل ہے۔ یہ نہ جمہوریت ہے' نہ سوشلزم ہے' نہ کمیونزم۔ کوئی بھی ازم نجات نہیں دیتا۔ اللہ کی مخلوق کو صرف اللہ کا قانون نجات دیتا ہے۔ عوامی سطح سے لے کر حکومتی سطح تک کی شخصیات کے فکر ونظر کو بدلنے کی ضرورت ہے اور یہ کام بڑی محنت سے ہوگا۔

سوال: تقسیم سے قبل احرار ایک مرتبہ رکھنے والی جماعت تھی' اب وہ مقام کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟

جواب: اس وقت ہمارے محاذ اس قسم کے تھے کہ اس میں پوری قوم لگی ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ اس وقت اللہ پاک نے شخصیات ایسی عطا فرمائی تھیں جن سے اس نے کام لینا تھا۔ ان شخصیات کی بنیاد پر ہی سدا وقار وطاقت تھی۔ وہ کام نمٹ گیا۔ ہماری رائے کے مطابق نہ ہوئی لیکن بہرحال تقسیم ہوگئی۔ تقسیم کے بعد مجلس احرار نے ایک فیصلہ کیا جس کی بنیاد پر ہم سیاسی منظر سے ہٹ گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ مسلم لیگ نے دعویٰ کیا تھا کہ پاکستان ہم نے بنایا ہے اور یہ سب کے لیے مشترکہ بنایا گیا ہے۔ قائداعظم نے اس کی قیادت کی' کیس لڑا اور وہ کیس جیت گئے۔ مجلس احرار اسلام نے سوچا کہ ان کو کام کرنے کی مہلت دی جائے تاکہ یہ یوں نہ کہہ سکیں کہ ہمیں لوگوں نے کام نہیں کرنے دیا۔ سیاسی منظر سے ہٹنے کی وجہ سے جو لوگ اس شعبے میں کام کرنا چاہتے تھے۔ ان کے لیے محاذ باقی نہ رہ سکا اور وہ دوسری جماعتوں میں تقسیم ہوگئے۔ ہم دینی محاذ پر قائم ہیں' ہمارا وجود موجود ہے۔ میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ماں ماں ہی رہتی ہے خواہ بوڑھی ہو جائے۔

سوال: گویا آپ نے مسلم لیگ کو کام کرنے کا موقع دیا لیکن نصف صدی بیت گئی ہے اور مسلم لیگ اپنے مقصد سے ہٹتی چلی جارہی ہے۔کیا نصف صدی کے بعد یہ مہلت ختم نہیں ہوجانی چاہیے؟

جواب: یقیناً یہ مہلت اب ختم ہونی چاہیے اور ان شاءاللہ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔

سوال: مجلس احرار کا یہ اعزاز ہے کہ اس نے عقیدہ ختم نبوت کی جنگ سب سے پہلی شروع کی اور بالآخر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔اب قادیانی پھر سے سازشوں کے ذریعے ہم پر مسلط ہو چکے ہیں کیا اب پھر یہ محاذ کھولنے کی ضرورت نہیں ہے؟

جواب: جب سے ملک بنا کچھ گروہوں نے حکومتی اداروں کو قابو میں رکھا ہے جس کی وجہ سے ان کی گرفت مضبوط ہے اور ہماری گرفت کمزور ہے۔ ہمارے پاس عوام کا محاذ ہے اور اس محاذ پر ان شاءاللہ ان کو شکست دیں گے اور وہ منہ کی کھائیں گے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ مرزائی مسلمانوں کو مرزا قادیانی کی نبوت کی دعوت دیں اور لوگ خاموش رہیں۔ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ اوپر بیٹھے طبقے میں تبدیلی لائی جائے۔اگر ایسا ہو جائے تو قادیانیوں کے راستے بند ہو جائیں گے۔ضیاء الحق کے اندر سینکڑوں خامیاں ہوسکتی ہیں لیکن اس کے اندر ایک خوبی تھی کہ وہ بالا دست طبقے کا دیندار انسان تھا۔اس نے فضا بنائی۔اب پھل بوٹے لگانا ہمارا کام تھا' ہم یہ کام نہیں کر سکے۔والد صاحب (سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ) فرمایا کرتے تھے کہ ڈاکو اور قاتل سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ان کے برے عمل سے نفرت ہونی چاہیے۔ان کے اندر ایک جوہر موجود ہوتا ہے جرأت کا۔ان کی جرأت کا رخ تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ضیاء الحق کے اندر دینداری کی کیفیت موجود تھی جس کو ہمیں استعمال کرنا تھا۔بھٹو کے اندر ایک جرأت موجود تھی۔مولانا غلام غوث ہزارویؒ فرمایا کرتے تھے' اس کی جرأت کا رخ تبدیل کرلو اور ایسا کیا گیا۔پھر بھٹو نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔اوپر کے طبقات کی طاقت عوامی طاقت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی مرزائی وزیر اعظم یا صدر بن جائے۔قوم مر مٹے گی لیکن ایسا نہیں ہونے دے گی۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ہی ایک ایسا محاذ ہے جس پر یہ سارے لوگ اکٹھے ہو سکتے ہیں

سوال: ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگ تقسیم ہو چکے ہیں' ان کو اکٹھا کیسے کیا جائے گا؟

جواب: مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ہی ایسا محاذ ہے جس پر یہ سارے لوگ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ماضی کی تمام کامیابیاں اسی محاذ سے حاصل ہوئیں ہم اس کے لیے کوشش بھی کریں گے' اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائیں گے۔(ان شاءاللہ)

سوال: آپ اس صدی کے عظیم انسان سید عطاءاللہ شاہ بخاری کے صاحبزادے ہیں۔ان کی کچھ یادیں شیئر کیجیے۔

جواب: بحیثیت باپ جو شفقت نبی اکرم ﷺ نے اپنی اولاد کے لیے تجویز فرمائی وہی ہمارے والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے ہمارے لیے تجویز کی۔جتنا وقت میں نے ان کے ساتھ گزارا میں نے انہیں انتہائی شفیق پایا۔کوئی باپ ایسا ہوتا ہے جو باپ بھی بن جائے ،دوست بھی بن جائے، مصلح بھی بن جائے ،بات بھی کرتے تھے، پیار بھی کرتے تھے، ڈانٹ بھی دیتے تھے، اصلاح بھی کرتے تھے۔شفقت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص سمجھتا تھا کہ وہ اس سے زیادہ محبت کرتے۔ایک مقناطیسی کیفیت کا عالم تھا

جسے میں بیان نہیں کر سکتا کہ لوگ کیوں کھنچے کھنچے آتے۔ سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شخص انسانوں سے محبت کرتا تھا۔ ان کے دل میں سوائے محبت اور خلوص کے کچھ نہیں تھا۔ ان کا وجود محبت و خلوص سے بنا ہوا تھا جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ جس کے دل میں جتنی محبت ہوگی اتنا ہی لوگوں کے لیے پُر کشش ہوگا۔ ان کا معیار لوگوں کی سمجھ سے بلند تھا۔

ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں۔ ایک بار میں رات کو دیر سے گھر آیا۔ والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ مسجد سے آیا ہوں۔ انہوں نے پوچھا نماز کب ہوئی؟ میں نے بتایا کہ آٹھ بجے۔ اس وقت نو بج چکے تھے۔ انہوں نے پوچھا کتنا فاصلہ ہے گھر اور مسجد میں۔ میں نے کہا کہ ایک میل تقریباً۔ اس پر انہوں نے پوچھا یہ فاصلہ کتنی دیر میں طے ہوتا ہے۔ چلو تم نے ۱۵ منٹ میں نماز پڑھ لی ہوگی باقی پون گھنٹہ کہاں رہے؟ کیا ایک میل پون گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ میں نے کہا ''ابا جی! تسی ایویں پریشان ہونے رہندے او'' اب باپ کو یہ بات کہنا گستاخی تھی، وہ تھپڑ مار کر یہ بھی کہہ سکتے تھے تو کیا بکتا ہے لیکن فرمانے لگے ''تابانہ شوی قدر بابانہ دانی'' کہ ''جدوں پیو بنیں گا فیر تینوں پتہ لگے گا پیو کی شے ہوندی اے۔'' میں تجھے حادثے کا شکار ہوتے زخمی ہو کر ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال پہنچائے بیٹھا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ایویں پریشان ہوندے او۔ گویا مستقبل بتا دیا کہ آئندہ جب تم باپ بنو گے تو پھر پتہ چلے گا کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔

سوال: ہر باپ کے اپنی اولاد کے بارے میں خواب ہوتے ہیں۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری آپ کو کیسا دیکھنا چاہتے تھے؟

جواب: میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ بھائیوں میں مجھے زیادہ محبت بھائی عطاء المحسنؒ سے تھی۔ پس منظر میں جائے بغیر عرض کروں گا کہ ایک بار انہوں نے والد صاحب سے کہا کہ ''تساں ساڈے واسطے کی بنایا اے، سانوں سکول کالج پڑھایا ہوندا تے اج کج بنے ہوندے۔'' وہ کافی دیر بولتے رہے۔ اس دوران والد صاحب خاموش رہے پھر فرمایا ''میرے والد نے بھی میرے لیے کچھ نہیں بنایا تھا۔ میرے والد (حافظ سید ضیاء الدین رحمہ اللہ) نے میرے لیے وراثت قرآن چھوڑی جو میں نے تم تک پہنچا دی۔ اس کی حفاظت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے گا۔ اگر اسے ضائع کرو گے تو اللہ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس کے علاوہ میرے پاس عزت ہے، وہ میں نے تمہیں دے دی۔ میرے سب سے بڑے دشمن انگریز کے ملک میں بھی جا کر اسے بتاؤ گے کہ تم بخاری کے بیٹے ہو تو وہ تمہاری عزت کرے گا۔ میرا دشمن بھی تمہاری عزت کرے گا اور تمہیں کیا چاہیے؟ اس عزت کو سنبھال سکتے ہو تو سنبھال لو۔''

وہ ہمیں دین کا عالم اور عامل دیکھنا چاہتے تھے۔ ہم ان کی خواہش کے عین مطابق تو پتہ نہیں بن سکے یا نہیں لیکن اُن کے نقش قدم پر ضرور قائم ہیں۔

سوال: خودکشی اسلام میں حرام ہے، آپ کے خیال میں خودکش حملے جائز ہیں؟

جواب: یہ خودکشی نہیں بلکہ دشمن کو شکست دینے کی تدبیر ہے۔ یہ حملے جہاد کا ایک حصہ ہیں۔ لیکن پاکستان میں اس وقت ان حملوں کے لیے کوئی میدان نہیں۔ اپنی فوج کے لیے دعا ہے کہ یہ ہم تک بات نہ پہنچنے دیں اور خود ہی دشمنوں سے نبٹ لیں۔ اللہ

کرے کہ پاکستان اور سب مسلم ممالک غیر ملکی طاقتوں سے محفوظ رہیں۔ پاکستان میں اس وقت جہاد کا جو میدان ہے وہ دعوت و تبلیغ، دینی اقدار، عقائد اور شعائر کے تحفظ کا ہے۔

مفتی شامزئی کو وانا میں ہلاک فوجیوں کے جنازہ کے خلاف فتویٰ پر قتل کیا گیا

قادیانیوں کے حوالہ سے انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی آنجہانی دھوکے سے ہیرو بنا اور ڈاکٹر عبدالقدیر محنت اور جذبہ حب الوطنی سے ہیرو بنا ہے۔ وہ ملت اسلامیہ کے محسن ہیں جبکہ عبدالسلام ملت اسلامیہ کا غدار ہے۔ یہ جو کہہ رہے ہیں کہ توہین رسالت قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے تو ان سے پوچھئے ملک میں کس قانون کا صحیح استعمال ہو رہا ہے۔ پورے قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے پھر سارا آئین کیوں نہیں بدل ڈالتے۔ جنرل مشرف نے پورے قانون کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ وہ اپنے ذاتی اختراع کردہ ایل ایف او کو بدلنے کا اختیار کسی کو دینے پر راضی نہیں ہیں تو اللہ کا قانون بدلنے کا اختیار انہیں دینے پر ہم کیسے تیار ہوں؟ اللہ پاک اس قانون کو مکمل کر چکے ہیں۔ اس میں تبدیلی، ترمیم، تنسیخ اور جرح کی گنجائش نہیں ہے۔ تعزیرات اسلامی مکمل ہیں اور اب کسی انسان کو اس میں تبدیلی کا اختیار نہیں۔ پاکستان کے آئین میں موجود اسلامی دفعات پاکستان کی اکثریتی آبادی کے دل کی ترجمانی ہے۔ یورپ اور امریکی اسے ختم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ پاکستان کی پارلیمنٹ یہ کام نہیں کر سکتی' اس لیے وہ فرد واحد سے یہ کام لینا چاہتے ہیں۔ پرویز مشرف اپنے دائرہ کار میں رہیں۔ وہ اپنے اختیارات میں کسی کو شامل نہیں کرتے تو اللہ کے اختیارات میں کون شامل ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے قوانین کو چھیڑ کر آپ خود لوگوں کو آمادہ کر رہے ہیں کہ وہ کوئی فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے خیال میں عوام الناس کے اندر مذہبی منافرت اور انارکی پیدا کرنے کے لیے یہ سازش کی گئی ہے کہ مذہبی طبقہ کمزور اور بدنام ہو۔ مفتی نظام الدین شامزئی کا کوئی قصور نہیں۔ انہوں نے جہاد کے لیے کام کیا، طالبان کے حق میں امریکہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور وانا میں مرنے والے فوجیوں کا جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا' اس کی ان کو سزا دی گئی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس میں حکومت براہِ راست ملوث ہے۔ ایک طبقے کے افراد کو راستے سے ہٹایا جا رہا ہے۔ مولانا اعظم طارق، مولانا یوسف لدھیانوی، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار اور مفتی نظام الدین کو راستے سے ہٹانا استعماری سازش ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہزار برس سے یہ حق پرست طبقہ لادین قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ یہ بے دین لوگ قدآور شخصیات کو ختم کر کے فتح حاصل کرنا چاہ رہے ہیں۔ شخصیات چلی بھی جائیں تو کام باقی رہتے ہیں۔ ہم ان شخصیات کی حفاظت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تمہاری سب سے بڑی محافظ موت ہے۔ جب تک موت نہیں آتی اس شخص کو کوئی نہیں مار سکتا۔ اس واقعہ کو جو فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے' یہ بات غلط ہے۔ اس میں ایک طبقے کی قیادت قتل کی جاتی ہے اور دوسرے طبقے کے عام لوگ ختم کئے جا رہے ہیں۔ اس لیے یہ عام لوگوں کا کام نہیں ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ کی خواہش پر چلنے اور اُن کے مال پر پلنے والے لوگوں کا کام ہے اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر ہمیں نظر انداز کیا گیا تو پھر یہی ہوگا' ہم امن کو تہہ و بالا کر دیں گے۔

سید یونس الحسنی

''ہتیارے میرے دیس کی تنویر لے اُڑے''

عروس البلاد کراچی خونناب افشاں ہے' اس کی کوئی شب سہاگنوں جیسی نہیں گزرتی۔ اس کی ہر صبح خونناب بار ہوتی ہے۔ وہ شورش ہنگامہ سے حد درجہ بیزار ہے۔ اس کی شفق رنگ آنکھوں کا سکون وقرار لٹ چکا ہے۔ ہر لمحہ ہر پل اس کی پلکوں پر تارے جھلملاتے رہتے ہیں۔ اس کے گلی کوچے کہرام آشنا ہو چکے ہیں' ظلمت دبیز ہوتی جارہی ہے' آئے روز کسی نہ کسی خرمن پر برق ٹوٹتی رہتی ہے' شاید وہ کسی نگاہِ نفرت انگیز کا نخچیر ہے جو اسے اذن بقا دینے سے گریزاں ہے۔ یہ دھرتی انسان کی مسرتوں کی طلبگار ہوا کرتی تھی مگر کیا کیجیے گا کہ اس چمن کے لالہ وگل ہی آزاد جاں ہو گئے ہیں اسی لیے اک حشر سا ہنگام بپا ہے۔ لگتا ہے یہاں ہر کوئی دو قول' دو جسم اور دو چہرے رکھے ہوئے ہے جس سے یہ شہر نگاراں معجون مرکب بن کر رہ گیا ہے بے سدھ الفاظ اور بے حس لوگ شہر جفا کی کہانی اور درد نوا کا افسانہ کیا کہیں اور سنائیں۔ ادھر چھرے خنجر ادھر فائرنگ اور دھماکے کس کس گھر کی روشنیاں گل نہ ہوئی ہوں گی۔ ان گنت معصوم لوگ اجنبی کیفیات کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ اب کچھ عرصے سے چشمہ ہائے علم وعرفاں' انمٹ صداقتیں اور بے باک آوازیں کسی بن دیکھے ہاتھ کی زد پر ہیں۔ کئی جلیل قدر جید علماء ایک طے شدہ منصوبے کے تحت شہید کئے گئے اور اب شیخ الحدیث مفتی نظام الدین شامزئی بھی مرتبہ شہادت سے سرافراز کر دیئے گئے۔ اس واقعہ فاجعہ کو فرقہ واریت کا رنگ دینے کے لیے ایک اور خودکش حملہ کرا کے کتنی بے گناہ جانیں لے لی گئیں۔ یہ کھلا راز ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امریکی استعمار کی مسلم کش پالیسیوں کے خلاف سنگ آوازہ پھینک کر خاموشی کا شیشہ چکنا چور کر دیا تھا جو خود ہمارے مقتدرین کے لیے بھی ناقابل برداشت عمل تھا۔ ہمارے حاکموں نے تو حق سچ کا گلا گھونٹنے کے لیے ایف بی آئی کی اودھ بلائیں منگوا رکھی ہیں جو اپنی مقامی ایجنٹوں کے ذریعے گلی گلی میں رقص ابلیس بپا کئے ہوئے ہیں۔ غلام کادیانی کی ذریت البغایا ان کی بھرپور ممد ومعاون' شریک محفل اور شریک کار ہے۔ ہمارے تفتیش کار اس طرف رخ کرنے سے بوجوہ کتراتے ہیں۔ منطقی نتیجہ اس کا یہ کہ ابھی یہاں کئی اور لاشے گریں گے یا گرائے جائیں گے۔ کچھ احتجاج ہوگا' تھوڑا سا جلاؤ گھیراؤ ہوگا، لوگ بھڑاس نکال کر ٹھنڈے برف ہو جائیں گے اور خفیہ کاریگر پھر سے حرکت میں آجائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ بیچارے کرماں مارے اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔ چہرے چہرے پر زرد فضا چھائی ہوئی ہے۔ کھیتوں کھلیانوں میں پتا پتا بوٹا بوٹا دست قضا کا ماجرا دبی زبان سے کہہ رہا ہے پچکے چہرے اور گُنگ زبانیں رہنماؤں سے شکوہ کناں ہیں کہ روشنیوں کا شہر کسی کی جھوٹی انا سے ظلمتوں کا اندھا گونگا اور بہرہ نگر

بن چکا ہے اسے قندمہر ووفا کی اشد ضرورت ہے۔

کراچی منی پاکستان ہے۔مفتی نظام الدین شامزئی بلاشبہ اس کی توانا آواز تھے۔وہ جہاد کو اپنا جیون ساتھی سمجھتے تھے۔وہ شجر سایہ دار تھے کہ ان کی چھایا نے کئی دیوانے مستانے پیدا کیے، مجاہدین کی ایک پوری فصل کاشت کر کے اسے پروان چڑھایا، وہ پکے سامراج دشمن تھے اور اس معاملے میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متبع تھے۔حضرت شاہ جی فرمایا کرتے تھے کہ ''میں دنیا کے کسی کونے میں سامراج کو برداشت نہیں کرسکتا۔'' سو مفتی شامزئی مرحوم نے اسی بات کو لے کر امریکن سامراج کے خلاف مزاحمت کی ٹھانی اور افغانستان وعراق میں ان کے خلاف جہاد فرض ہونے کا فتویٰ بھی دیا۔اس پس منظر میں دیکھا جائے تو بقول جنرل (ر) حمید گل ''مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت دراصل مزاحمت کا قتل ہے'' سامراج دشمن علماء کی طرف سے یہ مزاحمتی رویہ تو بہرحال اور بہرطور پر جاری رہے گا۔ قال اللہ وقال الرسول کی صداہائے رستاخیز بلند کرنے والے حق گوئی، حق پرستی اور حق کی پاسبانی کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے رہیں گے، ان کے اس عظیم الشان کردار میں کوئی کمی یا کجی قطعاً نہیں آئے گی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ صحنِ چمن کی مہکاریں سلامت رکھنے کے لیے خارزاروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کرب واضمحلال کے اندھیاروں میں خوشی کے دیپ جلانے کے لیے گرم گرم تازہ تازہ لہو دینا اور اس کی روشنی بحال رکھنے کی تگ ودو میں جاں سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔آج کراچی خون میں ڈوبا ہوا ہے پورا پاکستان سوگوار ہے لوگ حاکموں سے سوال کرتے ہیں ہماری آزادی کی مشعل کہاں ہے؟ غلامی کا گھور اندھیرا ہمارے روبرو کیوں ہے؟

بقول راحت ملک:

مرے غمخوار اتنا تو بتا دے
مرا حاکم فرنگی ہے کہ تُو ہے

وقت کی اندھی دھرتی پر آوازوں کا بے پناہ شور ہے۔کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی البتہ راقم کی چھٹی حس کچھ خطرات کی گھنٹی بجا رہی ہے کہ یہ غل اور دھما چوکڑی کسی طوفان بلاخیز کی آمد آمد کا سندیسہ ہے ذہن میں جو خاکہ نمودار ہوتا ہے کچھ اس طرح سے ہے:

۱) حکمرانوں کی بے تدبیریوں سے کہیں سول وار شروع نہ ہو جائے۔
۲) شدید ترین فرقہ واریت نہ پھیلا دی جائے کہ لوگ راہ چلتے ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگیں۔
۳) چھوٹے پاکستان کی بے طرح بے سکونی ملک عزیز کی سلامتی واستحکام کے لیے خطرہ نہ بن جائے۔
۴) ملک دشمن عناصر اپنی گھناؤنی سازشوں کے جال نہ پھیلا دیں۔

۵)اقتصادی شعبہ دیوالیہ نہ ہو جائے۔

۶)ہمارے صدر،بش کی جنگ لڑتے لڑتے کہیں اپنے وطن کی حفاظت کی جنگ ہار نہ جائیں۔

اپنے جاں گسل لمحات میں شعبہ جاتی رہنماؤں کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ فراز و پست کی پہچان کریں اور اپنے متوسلین کو بھی کرائیں۔وہ انہیں بتائیں کہ ہماری منزل اور عنوان زیست ایک ہی ہے وہ اسی چمنستان کے رنگ و بو ہیں انہیں یہ دل خوش کن کیفیات بہر قیمت برقرار رکھنا ہیں۔حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید بھی اسی دھرتی کے آفتاب و مہتاب تھے۔بہت سے لوگوں کی امید و آس تھے،شجر علم کی شاخ ثمر دار تھے،قربانی و ایثار کی دستار تھے،آدمیت کے پرچم دار اور اسلاف کا نمونہ کردار تھے۔وہ عمر بھر علم و آگہی کا ہتھیار اٹھائے باطل سے برسرِ پیکار رہے۔وہ دشمنانِ دین وملت کی دسیسہ کاریوں کے مقابل پختہ دیوار تھے۔قومی غیرت کی چہکار اور اُمتِ مرحومہ کی جرأت کی للکار تھے۔وہ کسی سے ڈرے جھکے، نہ لچکے اور بکے۔وہ جوانانِ ملت کو جاتے ہوئے بھی درسِ وفا دے گئے ہیں۔وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے ہیں اور رہنمایانِ امت کو جینے کا ڈھنگ سکھا گئے ہیں۔وہ مر کر بھی زندہ ہیں۔

خبردار!تم انہیں مردہ نہ کہنا’’ بل احیاء وّلکن لّا تشعرون ‘‘یہ الگ بات کہ:

جنگل سے آ کے شہر کی تقدیر لے اُڑے
ہتیارے میرے دیس کی تنویر لے اُڑے

☆......☆......☆

خالد مسعود خان

حالیہ دہشت گردی
اور ایک ''مولوی'' کے خدشات

یہ ایک حیران کن بات ہے کہ وہ پیدائشی احراری ہونے کے باوجود ایک اعتدال پسند ''مولوی'' ہے۔ ویسے تو اسے پسند کرنے کی درجنوں وجوہات ہوسکتی ہیں مگر اسے دو وجوہات کی بنا پر پسند کرتا ہوں۔ پہلی یہ کہ وہ میرا دوست ہے اور دوسری یہ ہے کہ وہ ایک پڑھا لکھا ''مولوی'' ہے۔ قریب پچیس سال ہونے کو ہیں، جب میں نے اور اس نے ایک ہی سال گریجوایشن کی۔ وہ گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ کالج کا طالب علم تھا اور میں گورنمنٹ کالج بوسن روڈ میں پڑھتا تھا۔ ہماری دوستی بین الکلیاتی تقریبات میں شرکت کے دوران شروع ہوئی اور دو چار سالوں تک یہ دوستی تیسرے عشرے کو پار کر جائے گی۔

سید کفیل بخاری، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا نواسہ ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو اس سے بڑی محبت تھی اور اس کی بنیادی وجہ شاید یہ تھی کہ کفیل بخاری ان کی دوسری نسل کا پہلا لڑکا تھا۔ اس سے پہلے شاہ صاحب کی نواسی اور کفیل بخاری کی بڑی بہن شاہ صاحب کی محبت سے سرفراز ہوچکی تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی محبت کا صحیح لطف کفیل بخاری نے اٹھایا۔ کفیل بخاری کی عمر تب چار سال کے لگ بھگ تھی، جب سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا انتقال ہوا۔

کفیل بخاری کی بچپن کی یادداشت خاصی اچھی ہے، اسے اپنے نانا کی زندگی کی ایک ایک بات پوری صحت کے ساتھ یاد ہے۔ شاہ صاحب بعد نماز عصر چائے پیتے تھے اور اس کے بعد پان لگا کر کھاتے تھے۔ اس دوران وہ چار سالہ کفیل بخاری کو پاندان لانے کا کہتے۔ کفیل بخاری ان کے پاندان کو بمشکل اٹھا کر ان کے پاس لاتا اور پھر وہیں کھڑا ہوجاتا تاوقتیکہ شاہ جی اسے اپنے ہاتھوں سے پان کا چورا سا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دیتے اور اس کے سرخ و سفید منہ کو پان سے مزید ''لال'' ہوا دیکھ کر خوش ہوتے۔

کفیل بخاری کو شاہ صاحب کی زندگی کا آخری دن پوری جزئیات کے ساتھ یاد ہے۔ اس کے بڑے ماموں بڑی تیزی سے اس کے پاس آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسی تیزی سے واپس چل دیئے۔ وہ اسے اس کمرے میں لائے جہاں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جان کنی کے عالم میں چارپائی پر دراز تھے۔ بڑے ماموں نے گلاس اپنے ہاتھوں میں تھام کر چمچ، کفیل بخاری کے ہاتھوں میں پکڑایا اور کہا کہ وہ اپنے نانا کے منہ میں آب زم زم ڈالے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے منہ

میں آبِ زم زم کا آخری چمچہ کفیل بخاری نے ڈالا۔ ماموں نے ننھے کفیل بخاری کو بتایا کہ نانا ''اللہ اللہ'' کہہ رہے ہیں۔ کفیل بخاری نے غور کیا تو اسے ان کی زبان ہلتی نظر آئی۔ ان کے لبوں پر دم واپسیں اللہ کا نام جاری تھا۔ کفیل بخاری چشم تصور میں وہ ہلتی ہوئی زبان آج بھی اپنی آنکھوں کے سامنے پاتا ہے۔ اسے اپنے نانا کا سفر آخرت بھی یاد ہے۔ جب اس نے ان کا جنازہ گھر سے باہر لے جانے کے بعد پوچھا کہ نانا کہاں جا رہے ہیں؟ جواب ملا وہ اپنے اللہ کے پاس جا رہے ہیں۔ بے شک ہر شخص نے لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

تب اس کی داڑھی اتنی گھنی اور اتنی لمبی نہیں ہوئی تھی۔ وہ مقابلہ حسن قرأت سے بین الکلیاتی تقریبات میں شرکت کا آغاز کرتا۔ پھر سیرت النبی، پنجابی اور اردو مباحثوں میں حصہ لیتا۔ خطابت اس کی خاندانی وراثت تھی۔ اس میں ایک اعلیٰ پائے کے خطیب کی ساری خوبیاں موجود تھیں لیکن اس میں ''ملائیت'' کا شائبہ تک نہ تھا۔ اتنے بڑے علمی اور دینی گھرانے سے تعلق کے باوجود وہ عام لڑکوں جیسا لڑکا تھا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ عام لڑکوں سے کچھ زیادہ شرارتی اور زندہ دل تھا۔

اب میں جب دارِ بنی ہاشم کے دروازے پر جلسے کا ایسا اشتہار دیکھتا ہوں، جس میں صاحبزادہ حضرت مولانا سید کفیل بخاری دامت برکاتہم وغیرہ جیسے لمبے چوڑے القابات کے ساتھ اس کا نام چھپا ہوتا ہے تو مجھے بڑی حیرانی ہوتی ہے کہ یہ کون شخص ہے، جسے میں ۳۰ سالہ دوستی کے باوجود نہیں جانتا، پھر مجھے ہنسی آجاتی ہے۔ میں جب دارِ بنی ہاشم میں داخل ہوتا ہوں تو گرمیوں میں بعد نماز عصر عموماً وہ مدرسہ کی لائبریری کے باہر بان کی چارپائی پر بیٹھا ہوتا ہے۔ سردیوں میں وہ عموماً لائبریری کے اندر رہوتا ہے اور مجھ سے پوچھے بغیر کسی بچے کو گھر بھجوا کر کشمیری چائے منگوالے گا۔ سردیوں میں اس کے پاس جانے کا ایک مقصد کشمیری چائے پینا ہوتا ہے۔ میں نے کشمیری چائے پینا اور بنانا اسی کے گھر سے سیکھا ہے۔ وہ کتابوں کے درمیان خوش رہنے والا شخص ہے اور عموماً انہی کے درمیان ہی ملتا ہے۔ جگہ کی قلت کی وجہ سے لائبریری چوڑائی میں تو نہیں بڑھ سکتی مگر اونچائی کی طرف ضرور بڑھ سکتی ہے۔ نتیجتاً لائبریری میں کتابیں چھت تک لگی ہوئی ہیں اور ان کو اتارنے کے لیے لائبریری میں مستقل ایک سیڑھی موجود ہوتی ہے۔ اخبارات کی پوری فائل ہوتی ہے، جس کا بغور مطالعہ وہ صبح ہی کر لیتا ہے۔ اداریئے، تجزیئے اور کالم اس کی خصوصی توجہ کا نشانہ بنتے ہیں۔

وہ صاحب مطالعہ ''مولوی'' ہے اور حالات حاضرہ سے مکمل باخبر بھی ہے۔ وہ جہاد کے ساتھ حصول علم کی تاکید کی اہمیت سے نہ صرف آگاہ ہے بلکہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کی حالت زار کی وجوہ عمومی مولویوں کی طرح صرف اسلام سے دوری کو ہی قرار نہیں دیتا بلکہ اس کی گہرائی میں جا کر اسے علم سے دوری کا باعث قرار دیتا ہے۔ وہ جدید تعلیم کا مخالف نہیں بلکہ اس حدیث مبارکہ کے عین مطابق جس میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''علم مومن کی کھوئی ہوئی میراث

ہے' یہ جہاں سے ملے' اسے حاصل کر لے۔'' یہ سمجھتا ہے کہ جدید علوم بشمول سائنس وٹیکنالوجی کا حصول وقت کی ضرورت ہے۔ بس ان علوم کے حصول کے دوران وہ لائن عبور نہ کی جائے' جو ہمارے بنیادی عقیدے سے ٹکراتی ہو۔ وہ ایک روشن خیال اور عہد جدید کے تقاضوں سے آگاہ مولوی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ''زبیدہ جلال'' کی موجودہ پالیسی سے متفق ہے۔ وہ اپنے تمام تر مذہبی عقائد کو پورے فخر کے ساتھ قبول کرنے کے بعد ان عقائد کی روشنی میں جدید تعلیم کا قائل ہے۔ وہ جدید تعلیم کو پاکستانی ایجنڈے کی روشنی میں نافذ کرنے کا تو حامی ہے جس میں دین اور دنیا کا توازن برقرار رہے' لیکن وہ اس جدید تعلیم کا سخت مخالف ہے جو ہمیں اسلام کے بجائے سیکولرازم کی جانب مائل کر دے۔ وہ غلام پیدا کرنے والے موجودہ نصاب سے بھی مطمئن نہیں لیکن اس میں امریکی ایجنڈے کی روشنی میں کی جانے والی تبدیلیوں کا بھی شدید ترین نقاد ہے۔

اس سے حالیہ دہشت گردی کے واقعات پر تفصیلی بات ہوئی۔ کہنے لگا میں اپنے تمام تر بہترین علم اور اپنے حلقے میں موجود تمام صاحب علم لوگوں سے حاصل ہونے والی معلومات کی روشنی میں یہ بات سو فیصد یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت ملک میں شیعہ سنی کے درمیان تناؤ کی وہ صورت حال ہرگز نہیں کہ اس کی بنیاد پر ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جائیں۔ دونوں طرف کے انتہا پسندوں کی ہلاکتوں' گرفتاریوں اور نیٹ ورک کی تباہی کے بعد حالات کافی درست ہوئے ہیں۔ بہت سے قابل فخر لوگوں کی بے گناہ ہلاکتوں نے دونوں اطراف کے عام آدمی کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ یہ طریقہ کار کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ کہنے لگا کہ میں اپنے یقین کامل کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ حالیہ دہشت گردی اور قتل وغارت کے واقعات کے پیچھے کوئی مذہبی جماعت نہیں ہوسکتی۔ آپ اگر ان واقعات کا باریک بینی سے جائزہ لیں تو آپ کو ایک حیران کن بات سمجھ میں آئے گی کہ دہشت گرد دونوں طرف مختلف انداز میں ہلاکتیں کر رہے ہیں۔

اکثریتی فرقے کے نامور عالم دین، چیدہ چیدہ اور چنیدہ افراد مارے جا رہے ہیں جبکہ دوسری طرف عام لوگوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ کراچی میں ایک ماہ کے دوران دو مساجد اور امام بارگاہ میں بم دھماکوں کا شکار عام آدمی ہیں' جبکہ کراچی میں صرف جامعہ بنوری ٹاؤن کے بہت بڑے محقق' مترجم اور نہایت ہی اعلیٰ پائے کے عالم دین جو جدید ترین علوم سے آگاہی رکھتے تھے اور مذہبی تعلیم کو بڑے جدید انداز میں اپنے طلبہ تک پہنچانے کی سعی میں مصروف تھے' ڈاکٹر حبیب اللہ مختار (پی ایچ ڈی) کو ان کے ساتھی عالم دین مفتی سمیع اللہ کے ہمراہ شہید کر دیا گیا۔ پھر اسی مدرسہ کے مہتمم مولانا یوسف لدھیانوی شہید ہوئے اور اب اسی مدرسے کے مہتمم اور نہایت ہی قابل احترام بلند پایہ عالم دین مفتی نظام الدین شامزئی کو شہید کیا گیا۔ ایک ہی مدرسے کے یکے بعد دیگرے چار قابل قدر علمائے دین کی شہادت سے عام آدمی تو جو متاثر ہوگا سو ہوگا' اس مدرسے کے علمی اور تحقیقی کام پر جو پہاڑ ٹوٹا ہے' اس کی تلافی ناممکن ہے۔ مفتی شامزئی تو ویسے بھی اپنے تمام تر

’’پروطالبان‘‘ نظریات کے باوجود بڑے پرامن اور معتدل رویے کے حامل عالم دین تھے۔ یہ مفتی شامزئی ہی تھے جنہوں نے حکومت کی درخواست پر اپنے ذاتی اثر ورسوخ کو استعمال کر کے شاہراہ ریشم کو کھلوایا تھا، ایسے لوگوں کا قتل کون کر رہا ہے؟

ملک میں بالکل غیر قدرتی انداز میں دوبارہ شیعہ سنی قتل وغارت گری کیوں شروع ہوگئی ہے؟ میں پورے یقین سے کہہ رہا ہے کہ اس دہشت گردی میں دونوں فرقوں کی مذہبی جماعتیں نہ صرف یہ کہ شامل نہیں بلکہ وہ اس سے تنگ آچکی ہیں اور اسے ہر قیمت پر روکنا چاہتی ہیں۔ ایسی صورتحال میں ان وارداتوں کا اصل مجرم کون ہے‘ جو تمام تر حکومتی دعوؤں کے برعکس نہ تو گرفتار ہو رہے ہیں اور نہ ہی سامنے آرہے ہیں۔ یہ جو بھی کر رہا ہے وہ ’’الف‘‘ سے شروع ہوتا ہے یہ امریکہ‘ اسرائیل‘ انڈیا یا ایجنسیاں ہوسکتی ہیں‘ لیکن ایک بات طے ہے کہ یہ کسی بڑے لوکل آپریشن کا پیش خیمہ ہے۔ اس میں وانا والے بالکل ملوث نہیں لیکن ان پر ملبہ ڈالا جاسکتا ہے۔ یہ ملبہ بہت سے لوگوں کو برباد کرنے کے لیے کافی ہے جس طرح ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا ملبہ بالآخر پورے عالم اسلام پر آن گرا ہے۔ حالیہ دہشت گردی اور ابھی اس کے بعد ہونے والے مزید واقعات کسی بڑے کسی بڑے لوکل آپریشن کا نقطۂ آغاز ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آنے والے دنوں میں مذہبی قوتوں کو اپنی امان میں رکھے‘ لیکن حالات کچھ اچھے نظر نہیں آرہے۔

میں کفیل بخاری کے بارے میں بتا چکا ہوں کہ وہ حالات حاضرہ سے آگاہ مولوی ہے اور احراری کسی حادثے کی بو پہلے ہی سونگھ لیتے ہیں۔ کفیل بخاری کے خدشات کو صرف اس بنیاد پر رَدّ کرنا کہ یہ ایک ’’مولوی‘‘ کے خدشات ہیں، ایک حماقت انگیز خیال ہوگا لیکن ہم اس کے خدشات کا کیا حل نکال سکتے ہیں؟ جنہوں نے اس کا حل نکالنا ہے انہیں اس سے زیادہ اور اہم کام درپیش ہیں۔ دوسروں کو درپیش خطرات کا سدباب کرنا ہمارا فرض اوّلین ہے۔ ملک کے عوام کو درپیش خطرات فی الوقت ثانوی اہمیت کے حامل خطرات ہیں‘ ان سے بعد میں نمٹا یا جائے گا۔

(مطبوعہ: ’’خبریں‘‘۔۳؍جون ۲۰۰۴ء)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس‘ تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

سیف اللہ خالد

طے شدہ مسائل کو چھیڑنے کا نتیجہ؟

’’صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ حدود آرڈیننس اور توہین رسالت قانون کا از سرنو جائزہ لیا جائے گا تا کہ اس قانون کا غلط استعمال روکا جاسکے۔ انسانی حقوق کے معیار کے حوالہ سے اسلام آباد میں ایک کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حکومت نے عوام کو اقتصادی اور سماجی اعتبار سے خود مختار بنانے کے لیے اقدامات کئے ہیں جن سے عوام میں شعور پیدا ہونا شروع ہوگیا ہے۔ حکومت نے ملک میں خواتین کی تقدیر بدلنے کے لئے بھی خصوصی اقدامات کئے ہیں اور انہیں زیادہ بہتر سیاسی کردار دیا ہے تا کہ وہ قانون سازی میں مؤثر شرکت کرسکیں۔ انسانی حقوق کے حوالہ سے انہوں نے کہا کہ کسی قسم کا فیصلہ کرنے یا رائے قائم کرنے سے قبل پاکستان اور دیگر ممالک میں انسانی حقوق کا موازنہ ضرور کرنا چاہیے۔ صدر مملکت نے عراق میں قیدیوں سے امریکی سلوک کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا کہ یہ انسانیت کی تذلیل اور انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزی ہے۔ انسانی حقوق کے علمبرداروں کو اس پر نوٹس لینا چاہیے اور آواز اٹھانی چاہیے۔ انہوں نے مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی پالیسیوں کا بھی ذکر کیا اور اس کی مذمت کی۔‘‘

صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے حدود اور توہین رسالت قوانین کے سلسلہ میں تبدیلی کے عزائم کوئی اچھا شگون نہیں۔ پاکستان کے مسلمانوں نے ایک طویل جدوجہد کے بعد توہین رسالت کے مجرموں کے لیے سزا کا قانون منظور کروایا ہے جبکہ حدود قوانین اس معاشرہ کی پاکبازی کی ضمانت اور خرابات سے بچاؤ کا ذریعہ ہیں۔ توہین رسالت کے مجرموں کی بیخ کنی مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے، وہ اس سے دستبردار نہیں ہوسکتے۔ برصغیر کی تاریخ گواہ ہے کہ یہاں توہین رسالت کے فتنے کھڑے ہوتے رہے ہیں مگر قوانین کی عدم موجودگی کے باعث مسلمانوں نے گستاخِ رسول ﷺ کو خود ٹھکانے لگایا۔ صرف مسلمانوں ہی کا معاملہ نہیں بلکہ کوئی بھی غیرت مند اپنی مقدس ہستیوں کی توہین برداشت نہیں کرتا۔ کسی کے باپ کو گالی دی جائے تو نوبت قتل و غارت تک جا پہنچتی ہے، تو پھر مسلمان اپنے نبی ﷺ کی توہین کی اجازت کیوں دیں؟ عالمی سطح پر دیکھا جائے تو صرف پاکستان نہیں بلکہ امریکہ اور برطانیہ میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین پر سزا موجود ہے۔ پاکستان کا معاملہ تو زیادہ وسعت قلبی کا ہے کہ صرف حضرت محمد ﷺ ہی نہیں بلکہ ہر نبی کی توہین کو قابل سزا قرار دیا گیا ہے لیکن اس پر امریکہ کی تشویش اور تکلیف ناقابلِ فہم ہے۔

پاکستان میں ایک بدبخت ٹولہ ایسا ہے جو نبوت کے ڈاکو کو نبی مانتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی جس کو یہ راندۂ

درگاہ ٹولہ نبی مانتا ہے' وہ تو شریف آدمی کہلوانے کا بھی مستحق نہیں کجا کہ اس کو ربِّ عظیم کا فرستادہ تسلیم کیا جائے۔ اس ٹولہ کو غیر مسلم قرار دلوانے اور پھر اس کی زبانِ بد سے نبی آخر الزمان ﷺ اور دیگر انبیاء کو بچانے کی خاطر توہین رسالت کا قانون نافذ کروایا گیا۔ اس مقصد کی خاطر ہزاروں مسلمانوں نے اپنی جانیں قربان کی ہیں مگر بدقسمتی سے پاکستان میں اعلیٰ عہدوں پر فائز یہ ٹولہ پاکستان کے خلاف سازشیں کرتا رہتا ہے اور اپنی ان سازشوں میں اس کو امریکہ اور دیگر اسلام دشمنوں کی حمایت حاصل رہی ہے۔ انہی کی شہ پر امریکہ توہین رسالت قانون کے سلسلہ میں پاکستان کو تنقید کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ ایک عرصہ سے امریکی حکومت توہین رسالت قوانین ختم کروانے کے لیے کوشاں ہے۔ جنرل پرویز مشرف امریکی دباؤ پر اس سے قبل بھی توہین رسالت قوانین پر طبع آزمائی کر چکے ہیں' جس کے جواب میں پورے ملک میں اک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا اور انہیں اپنا اعلان واپس لینا پڑا تھا۔ اب نامعلوم وہ پھر ملک کو اس بحران میں کیوں مبتلا کرنا چاہتے ہیں اور قوم یہ بھی سمجھنے سے قاصر ہے کہ توہین رسالت کے مجرموں سے اتنی ہمدردی کی آخر کیا وجہ ہے؟ ایک سے بڑھ کر ایک خدشہ ہے جو قوم کے ذہنوں میں گھر کرتا چلا جا رہا ہے۔

پاکستان کے ایوان اقتدار میں بیٹھے لوگوں کے حوالہ سے قوم کا ذہن خدشات کا شکار ہے اور قوم اس تشویش میں مبتلا ہے کہ تعلیمی نصاب میں سے جہاد کے متعلق قرآنی آیات کا اخراج اور دینی مدارس پر کریک ڈاؤن کے بعد آخر کیا وجہ ہے کہ توہین رسالت قانون کو تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے؟ قوم تشویش کا شکار ہے کہ آخر جنرل پرویز مشرف کی حکومت کا مقصد کیا ہے اور وہ کن کی خواہشات کی تکمیل کی خاطر مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہی ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جی ایچ کیو کی توہین پر ملک کے نامور سیاستدان کو ۲۳ برس قید کی سزا سنا دی گئی ہے۔ آرمی چیف کو برطرف کرنے کا اختیار استعمال کرنے والے حکمران کا پورا خاندان ملک بدر کر دیا گیا ہے اور نبی ﷺ کی عزت اتنی لاوارث ہے کہ اس پر سزا ناروا معلوم ہوتی ہے۔ وفاقی حکومت، قومی اسمبلی اور سینٹ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ قوم اپنے بچے قتل کروا سکتی ہے مگر توہین رسالت کے معاملہ میں کوئی سودے بازی قبول نہیں کر سکتی۔ قوم یہ دلیل مسترد کرتی ہے کہ توہین رسالت قانون اور حدود قانون کا غلط استعمال روکنے کی خاطر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

غلط استعمال' حکمرانوں کی نالائقی اور نااہلی کے باعث ہوتا ہے اور غلط استعمال کو قانون کے خاتمہ کا جواز مان لیا جائے تو پھر تعزیراتِ پاکستان پوری کی پوری کیوں نہ ختم کر دی جائیں۔ پھر پولیس کا محکمہ کیوں نہ ختم کر دیا جائے کہ ہر تھانے میں ہر روز تعزیراتِ پاکستان کا مذاق اڑایا جاتا ہے' بے گناہ ۳۰۲ میں پھانسیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور بیسیوں قتل کے مقدمات کے مجرم کو گورنر بنا دیا جاتا ہے۔ یہ قانون کا غلط استعمال نہیں؟ اگر قانون ختم کر کے ہی اس کا غلط استعمال روکا جا سکتا ہے تو پھر توہین رسالت قانون پر ہی نظر کرم کیوں؟ بسم اللہ کریں اے ٹو زیڈ تعزیرات پاکستان ختم کر کے رکھ

دیں۔توہین رسالت کا یہ قانون ملک کو انارکی سے بچانے کا ذریعہ ہے۔اگر کوئی بد بخت ایسا کرے تو اس کے ساتھ قانون کے مطابق نمٹا جائے بصورت دیگر غیرت مند مسلمان کسی توہین کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اور پھر اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ شر پسند اس خلا کو استعمال نہیں کرسکیں گے۔اس لئے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ توہین رسالت قانون سے کسی بھی قسم کی چھیڑ چھاڑ ملک وقوم کے لیے نقصان کا باعث بنے گی۔ جنرل پرویز مشرف کو چاہیے کہ وہ فوری طور پر اپنے مؤقف کی وضاحت کریں۔

قوموں کی زندگی میں معاشرتی سکون اور معاشرتی اقدار کا تحفظ سب سے اوّلین ضرورت ہوتی ہے۔بے حیائی‘ بے غیرتی اور بے حمیتی کسی بھی قوم کی جڑوں کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔زنا کاری‘ بدمعاشی اور بدکاری کے خاتمہ کی خاطر حدود قوانین کا نفاذ کیا گیا ہے۔ یہ قوانین عورت کی عصمت وعفت کے تحفظ کی علامت ہیں۔لیکن حیرت ہے کہ پاکستان میں ایک گروہ اباحیت اور بدکاری کا دلدادہ ہے اور دیدہ و دانستہ اپنی کارگزاریوں کے تحفظ کے لیے حدود قانون کے خاتمہ کا مطالبہ کرتا ہے۔حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے گروہ کا محاسبہ کرے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے حکمران اس گروہ کے دباؤ میں آکر یہ قوانین ختم کرنے اور ان میں ترمیم پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ ایک اقلیتی ٹولہ اور ان کی سرپرست مغربی قوتوں کے دباؤ میں آکر اکثریت کے جذبات سے نہ کھیلیں ورنہ ملک کو بحران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

بقیہ از صفحہ ۵۵

اقبال اور حیدرآباد جیسی کتابوں پر سخت تنقید کی ہے اور انہیں غیر معتبر قرار دیا ہے۔شورش کے ہفتہ وار ’’چٹان‘‘، لاہور میں اقبال پر ان کے مضامین، یوم اقبال کے خطبات، اقبال اور قادیانیت، تقریبات اقبال، منظومات بیاد اقبال کے عنوان سے ’’اقبالیاتِ شورش‘‘ کو یکجا کردیا گیا ہے۔جو اقبالیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بہت مفید اور کارآمد اور اقبال کو اسلامی پس منظر میں سمجھنے میں بہت معاون ثابت ہوگی۔

بحیثیت مجموعی یہ کتاب ہندو پاک میں بڑی اہمیت رکھتی ہے اور فکر اقبال کو اس کے اصلی وحقیقی رنگ میں پیش کرنے اور اس کے ساتھ فکر اقبال سے انحراف کرنے والی اور اس کی غلط تاویل اور تعبیر کرنے والی تحریروں کی نشاندہی میں بھی بڑی حد تک کامیاب ہے۔

(مطبوعہ:’’الفرقان‘‘ لکھنؤ۔جون ۲۰۰۴ء)

ڈاکٹر شاہد مسعود

داؤدی بوہرہ جماعت کی تاریخ

ایک طالب علم نے مجھ سے سوال پوچھا ہے کہ آج کل داؤدی جماعت کی روحانی شخصیت سیدنا برہان الدین صاحب کی سالگرہ کی تقریبات منعقد ہو رہی ہیں لیکن اس جماعت کی کوئی باقاعدہ مستند تاریخ آج تک سامنے نہیں آئی۔ براہِ کرم فرمائیے کیا بوہری جماعت اسماعیلی مسلک سے ہی تعلق رکھتی ہے یا یہ اہل تشیع حضرات ہیں کیونکہ ان کے ہاں بھی محرم کی مجالس ہوا کرتی ہیں۔ میں اس کا جواب یوں دینا چاہوں گا کہ جی ہاں! داؤدی بوہرہ جماعت بنیادی طور پر شیعہ مسلک سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ ان کا دیگر اثناء عشری حضرات سے اختلاف سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ذرا سلسلہ امامت پر نظر ڈالی جائے۔ اہل تشیع حضرات میں سلسلہ امامت کا آغاز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوتا ہے۔ دوسرے امام حضرت حسن رضی اللہ عنہ، تیسرے امام شہیدِ کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ، چوتھے امام حضرت علی زین العابدین رحمتہ اللہ علیہ، پانچویں امام حضرت امام باقر رحمتہ اللہ علیہ، چھٹے حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کے بعد مسئلہ امامت پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ ان کے سات بیٹے تھے۔ سب سے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؒ پھر عبداللہؒ اور تیسرے نمبر پر حضرت موسیٰ کاظمؒ تھے۔ ان تینوں شخصیات نے امامت کا دعویٰ کیا۔

کچھ حضرات کا کہنا تھا کہ حضرت اسماعیلؒ چونکہ امام جعفر صادق کے بڑے صاحبزادے ہیں اور انہوں نے حضرت اسماعیل کی امامت پر نص کی تھی' اس لیے وہ امام ہیں۔ امام اسماعیلؒ کو ماننے والے اسماعیلی فرقے کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ کچھ حضرات کا یہ کہنا تھا کہ چونکہ حضرت اسماعیل اپنے والد کی زندگی میں وفات پا گئے' اس لیے امامت حضرت موسیٰ کاظمؒ تک منتقل ہو گئی۔ یہ اثناء عشری شیعہ کہلاتے ہیں۔ باقی شیعہ حضرات سے اپنا رستہ الگ کر لینے والے اسماعیلی اپنے آپ کو بنو فاطمہ کہلانے لگے۔ حضرت امام اسماعیلؒ کو اپنا امام مان لینے والے بنو فاطمہ شمالی افریقہ کے علاوہ ۲۰۰ سال تک مصر پر بھی حکومت کرتے رہے اور ان کے دور میں علم و فن کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

بنو فاطمہ میں ۱۳ خلفاء گزرے ہیں اور ان کے پیش نظر اہم ترین مقصد یہ تھا کہ وہ بغداد میں موجود سنی عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیں۔ ۱۰ ویں صدی کے آخر تک بنو فاطمہ کا مرکزِ خلافت مصر تھا اور وہ یمن کے وسیع علاقے تک اپنا حلقۂ اثر قائم کر چکے تھے۔ بنو فاطمہ نے مصر میں پرانے شہر فسطاط کے نزدیک اپنا نیا دارالخلافہ قائم کیا اور اس کا نام قاہرہ رکھا۔ یہ ۹۶۹ء کا واقعہ ہے اور اس سے اگلے ہی سال اسماعیلی بنو فاطمہ نے ایک اہم مسجد تعمیر کی' جو اب تک موجود ہے اور جامعۃ

الازہر کہلاتی ہے۔اس دوران عباسی اور فاطمی خلافت کے درمیان کئی خونریز جھڑپیں ہوئیں۔

بنو فاطمہ کے ساتویں خلیفہ جو کہ اسماعیلیوں کے ۱۸ویں امام تھے'ان کی جانشینی پر ان کی وفات کے بعد خود بنو فاطمہ میں جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو گیا۔خلیفہ کے وزیر افضل نے خلیفہ کے چھوٹے بیٹے مستعالی کو جانشین نامزد کر دیا جبکہ خلیفہ کے بڑے بیٹے نزار نے مستعالی کی امامت تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے خود امامت کا دعویٰ کر دیا۔یہاں سے اسماعیلیوں کی دو شاخیں ہو گئیں۔نزار نے مصر سے بھاگ کر سکندریہ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔مستعالی نے وہاں فوج بھیجی اور نزار کو گرفتار کر کے قاہرہ لے جایا گیا جہاں مستعالی نے انہیں دو دیواروں میں کھڑا کر کے دیوار چنوادی اور دوسری روایت کے مطابق وہ قید میں انتقال کر گئے۔

نزار کو اپنے مقصد میں تو ناکامی ہوئی لیکن ان کے حامیوں نے اپنی دعوت جاری رکھی اور قلعۃ الموت پر اپنی حکومت قائم کر لی جو ڈیڑھ سو سال تک قائم رہی۔جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ مستعالی اور نزار کی اس جنگ میں اسماعیلی حضرات دو حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے'ہندوستان میں اسماعیلیوں میں جو لوگ نزار کے حامی ہیں'وہ ''خوجے'' کہلاتے ہیں اور جو لوگ مستعالی کے حامی ہیں وہ ''بوہرہ'' کہلاتے ہیں۔بوہرہ دراصل گجراتی لفظ ''بہورو'' سے نکلا ہے جس کے معنی تاجر یا سوداگر کے ہیں کیونکہ اس فرقے میں اکثر حضرات تجارت پیشہ تھے'اس لیے یہ بوہرہ کہلائے۔

نزاری اسماعیلیوں کے ۴۵ویں امام خلیل اللہ ایران میں ایک شورش کے دوران قتل ہو گئے اور وہاں ہنگامے پھوٹ پڑے۔اس کے بعد ایران کے بادشاہ فتح علی قاچار نے قاتلوں کو سزا دینے کے علاوہ ان کے دو سالہ بیٹے حسن علی کے ساتھ اپنی بیٹی سروری جہاں خانم کو بیاہ دیا اور اس کے علاوہ انہیں آقا خان کا شاہی خطاب بھی دیا جو کہ بعد میں آغا خان کہلانے لگا۔اس طرح اسماعیلیوں کے چھیالیسویں (۴۶) امام حسن علی آغا خان اوّل کہلائے۔یہ لفظ آقا یا آغا ایران میں ترکی سے آیا جہاں عثمانیوں میں اس کا مفہوم مالک کے طور پر لیا جاتا ہے۔

آغا خان اوّل یعنی حسن علی کا اپنے سسر فتح علی قاچار کے انتقال کے بعد ایران میں رہنا دشوار ہو گیا اور ۱۸۴۲ء میں وہ ہندوستان آ گئے'جہاں ممبئی میں انہوں نے سکونت اختیار کر لی۔دو سال بعد ان کی خدمات کے صلے میں برطانوی حکومت نے ۱۸۴۴ء میں انہیں ''ہز ہائی نس'' کا خطاب عطا کر دیا۔اسماعیلی حضرات جو نزار کو ماننے والے اور جو ہندوستان میں آغا خان کے آنے سے پہلے ہی بس گئے تھے'وہ ''خوجے اسماعیلی'' کہلانے لگے جن کے ایک خاندان میں قائداعظم نے آنکھ کھولی۔بعد میں جب آغا خان ہندوستان آ کر اس جماعت کے سربراہ بن گئے تو یہ لوگ اسماعیلی آغا خانی کہلانے لگے۔

تاریخ پاکستان کی ممتاز شخصیت ایم اے ایچ اصفہانی کے مطابق انہیں قائداعظم نے خود بتایا تھا کہ جب وہ

۲۱ سال کے تھے تو انہوں نے اسماعیلی مذہب چھوڑ کر اثناء عشری کی طرف جانے کا فیصلہ کیا اور آغا خان کو بھی قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ اسماعیلیوں کی قیادت چھوڑ دیں۔ دوسری طرف مستعالی کے پیروکار مصر میں بنو فاطمہ کے بعد یمن میں آ گئے۔ جہاں امام کے روپوش ہو جانے کے بعد ''داعی مطلق''، انہیں ہدایات جاری کرتے رہے۔ میں پہلے ہی یہ بات کہہ چکا ہوں کہ ہندوستان میں یہ ''بوہرہ'' جماعت کہلائی اور ۱۰ ویں صدی ہجری تک یمن ہی ان ''بوہرہ'' حضرات کا مرکز رہا اور یہ وہیں پر زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں نامساعد حالات کی وجہ سے ان کے داعیٔ مطلق نے اپنا مرکز ممبئی کے قریب منتقل کر دیا۔ اس وقت داعیٔ مطلق یوسف ابن سلیمان تھے۔ ان کے جانشین داؤد بن عجب شاہ تھے، جب وہ فوت ہوئے تو گجرات کی بوہرہ کمیونٹی نے داؤد ابن قطب شاہ کو اپنا داعیٔ مطلق تسلیم کر لیا۔ یہ لوگ اسی نسبت سے داؤدی بوہرہ کہلانے لگے۔ موجودہ داعی یعنی ڈاکٹر سیدنا برہان الدین اس سلسلۂ داعیان میں ۵۲ ویں نمبر پر ہیں اور اس وقت اس جماعت کی دنیا بھر میں تعداد ۱۰ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ سیدنا برہان الدین ۱۹۶۵ء سے بوہرہ جماعت کے داعی مطلق ہیں اور ان کے والد سیدنا طاہر سیف الدین علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے ہیں۔

(اے آر وائی، ون ورلڈ نیوز چینل۔ ۸؍جون ۲۰۰۴ء)

نئی کتب

تحریک احمدیت

یہودی وسامراجی گٹھ جوڑ

قادیانی ایوانوں میں زلزلہ برپا کرنے والی

ایک تاریخ ساز دستاویز

قادیانی کتب اور رسائل وجرائد کے حوالہ جات سے مدلل

مصنف: بشیر احمد مترجم: احمد علی ظفر

ضخامت: ۹۸۷ صفحات قیمت: ۳۰۰ روپے

کذباتِ مرزا

مرزا قادیانی کے ۱۰۱ جھوٹ

قادیانی کتب سے ماخوذ

مصنف: حکیم محمود احمد ظفر

قیمت: ۶۰ روپے

ملنے کے پتے: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان فون: 061-511961

مکتبہ احرار 69/c حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور فون: 042-5865465

مکتوب بنام فرید احمد پراچہ (ایم این اے)

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے سیکرٹری جنرل مولانا منظور احمد چنیوٹی نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے دو اہم مطالبات اراکین قومی اسمبلی کو منظوری کے لیے ارسال فرمائے۔ مولانا نے یہ مطالبات سب سے پہلے مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام چناب نگر میں منعقدہ سالانہ ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' میں پیش کئے اور مجلس احرار اسلام کی مکمل تائید حاصل کی۔

جماعتِ اسلامی کے رہنما اور متحدہ مجلس عمل کے رکن قومی اسمبلی جناب فرید احمد پراچہ نے یہ دونوں قراردادیں قومی اسمبلی میں بحث کے لیے پیش کردی ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے جناب فرید احمد پراچہ کو اس خدمت پر شکریے کا جو خط ارسال کیا، ذیل میں وہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

محترم المقام جناب فرید احمد پراچہ صاحب (رکن قومی اسمبلی، متحدہ مجلس عمل)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! قومی شناختی کارڈز میں قادیانیوں کی غیر مسلم حیثیت کے اندراج اور ان کے شناختی کارڈز کے مختلف رنگ اور مسلم و غیر مسلم اوقاف کی طرح قادیانی اوقاف کو بھی سرکاری تحویل میں لینے کے حوالے سے قومی اسمبلی سیکرٹریٹ میں بحث کے لیے جو دو قراردادیں آپ نے ۱۱ دیگر اراکین قومی اسمبلی کی تائید کے ساتھ جمع کرائی ہیں، یہ مسلمانوں کے عقیدہ و فکر کی آئینہ دار ہیں اور تحریک ختم نبوت کے باقی ماندہ مطالبات کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قانونی جنگ میں آپ کا حامی و ناصر ہو اور کامیابی سے نوازیں۔ آمین

مجلس احرار اسلام اپنے قیام سے اب تک عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ ارتداد مرزائیہ کی تباہ کاریوں سے امت کو بچانے میں مصروف ہے۔ اس مرحلہ پر میں جماعت کی جانب سے آپ کو ان قراردادوں کی آئینی و عملی جدوجہد کے لیے مکمل تعاون اور ہر ممکن کوشش کا یقین دلاتا ہوں۔

والسلام

عبداللطیف خالد چیمہ

ناظم نشر و اشاعت: مجلس احرار اسلام پاکستان

دفتر جامع مسجد چیچہ وطنی (فون:0445-482253)

''پہلو میں نازنین ہو تو اسلام زندہ باد''

موجودہ نو دریافت جمہوریت کے ''ثمرات'' وقتاً فوقتاً عوام تک پہنچتے رہتے ہیں۔ خاکی بیوروکریسی کی کیاری میں سر اٹھانے والی اس جمہوری پنیری اور گڈ گورننس کی دعوے دار ''عوامی، فلاحی اور جمہوری حکومت'' کے برگ و بار اس قدر ''زرخیز'' اور ''ثمر آور'' ہیں کہ عوام و خواص مستفید ہو رہے ہیں۔ ذیل میں ''پڑھے لکھے پنجاب'' کی فلاحی کابینہ کے صوبائی وزیر اوقاف سے متعلق ایک خبر جو اخبارات میں چھپی ہے' بلا کم و کاست قارئین کے لیے پیش خدمت ہے۔

مرید کے (نامہ نگار) صوبائی وزیر اوقاف عید میلاد النبی ﷺ کا پروگرام چھوڑ کر عورتوں کو تعویز لکھ کر دیتے رہے۔ شہری ۳ گھنٹے انتظار کے بعد پریشان ہو کر گھروں کو چلے گئے۔ تفصیل کے مطابق گزشتہ روز بزم بہار مدینہ مرید کے کے زیر اہتمام چوک مرکزی مسجد مہاجرین میں عید میلاد النبی ﷺ تقسیم ایوارڈ ز پروگرام کی تقریب تھی۔ مہمان خصوصی وزیر اوقاف پنجاب سعید الحسن شاہ تھے۔ بزم بہارِ مدینہ نے ان سے ایک ہفتہ قبل وقت لے کر باقاعدہ دعوتی کارڈ چھپوائے تھے لیکن جب تقریر کا وقت آیا تو سعید الحسن شاہ نے کہا کہ میں شکر گڑھ میں ہوں' ڈیڑھ گھنٹہ بعد مرید کے آ جاؤں گا۔ لیکن جب وقت مقررہ آیا تو وزیر نے جواب دیا کہ ''میں والٹن میں عورتوں کو تعویز لکھ کر دے رہا ہوں۔ آپ کے پروگرام سے عورتیں زیادہ اہم ہیں۔'' پولیس سکواڈ بھی وزیر کا انتظار کرتی رہی۔ (روزنامہ ''نوائے وقت''۔ لاہور، ۸/ جون ۲۰۰۴ء)

دوستوں سے ایک سوال ہے کہ جو شخص عید میلاد النبی کی تقریب چھوڑ کر عورتوں میں ''راجہ اندر'' بنا بیٹھا ہوا' اسے کس نام سے یاد کرو گے؟ کون سا لقب اس کے لیے موزوں ہوگا؟ بقول شورش کاشمیریؒ

میں جانتا ہوں مجمع زہاد کا مزاج
حجروں میں ان کو جلوۂ جانا نہ چاہیے
پیر صبا فروش ہے محبوب در بغل
سادہ دلانِ شہر سے نذرانہ چاہیے
پہلو میں نازنین ہو تو اسلام زندہ باد
ورنہ مزاجِ یار فقیرانہ چاہیے

(ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۸/ جون ۲۰۰۴ء)

ادارہ

ظلمت سے نور تک

(غیر مسلموں کا قبولِ اسلام)

● چناب نگر میں ۱۰ قادیانیوں کا قبولِ اسلام

چناب نگر میں ۱۰ قادیانیوں نے مرزائیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ ان افراد کے نام یہ ہیں: رانا محمد انور ولد محمد طفیل، خالدہ پروین زوجہ رانا محمد انور، فائزہ دختر رانا محمد انور، شمائلہ، منزہ، توقیر احمد، کرامت احمد، مصطفیٰ احمد، مرزا صغیر بیگ اور مرزا افضل بیگ۔

مسجد احرار چناب نگر کے خطیب مولانا محمد مغیرہ اور مجلس احرار اسلام چناب نگر کے کارکنوں نے انہیں قبولِ اسلام پر مبارک باد دی اور ان کے لیے اسلام پر استقامت کی دعا کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اب کثیر تعداد میں قادیانی مسلمان ہو رہے ہیں۔

● میر پور خاص میں ایک قادیانی کا قبول اسلام

نظیف احمد ولد نصیر احمد قوم جٹ رہائش مکان نمبر ۹۴۔ڈی، پہنور کالونی سٹیلائٹ ٹاؤن میر پور خاص (سندھ) نے اللہ رب العزت کی توفیق سے یکم مارچ ۲۰۰۴ء کو مولانا محمد علی صدیقی کے ہاتھ پر آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔

● فیصل آباد میں ایک قادیانی کا قبول اسلام

جناب صاحبزادہ طارق محمود کے ہاتھ پر رانا محمد رفیق خان چک نمبر ۸۸ ج۔ب ہسیانہ حال رہائش ۲۴۳سی، آفیسر کالونی مدینہ ٹاؤن فیصل آباد نے مرزائیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔

مجلس احرار اسلام فیصل آباد کے رہنما حاجی غلام رسول نیازی اور محمد اشرف نے نومسلموں کو مبارک دی اور اسلام پر مستحکم رہنے کی دعا کی۔

● لاہور میں ایک قادیانی کا قبول اسلام

محترمہ ثناء زوجہ محمد ارشد قوم صدیقی رہائش ۶۳۲ نیلم بلاک، اقبال ٹاؤن نے مرزائیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ مجلس احرار اسلام لاہور کے امیر چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ، میاں محمد اویس اور قاری محمد یوسف احرار نے

اسلام قبول کرنے پر انہیں مبارک باد دی اور دین پر استقامت کی دعا کی۔

● قطر: ۸ ممالک کے ۴۹ افراد نے اسلام قبول کرلیا

دوحہ (نیٹ نیوز) قطر کے شہر دوحہ میں ۸ ممالک کے ۴۹ افراد نے اسلام قبول کرلیا۔ ان میں ۳۲ خواتین اور ۱۷ مرد شامل ہیں۔ ان افراد نے گزشتہ دنوں اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ ان میں سے ۲۰ کا تعلق فلپائن سے ہے' جن میں ۶ مرد اور ۱۴ عورتیں شامل ہیں۔ ۱۱ کا تعلق سری لنکا سے ہے' جن میں ۷ عورتیں اور ۴ مرد شامل ہیں۔ جبکہ ۷ عورتوں اور ایک مرد کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ ۴ کا تعلق نیپال سے، ۴ عورتوں کا ایتھوپیا سے جبکہ ایک کا تھائی لینڈ سے ایک امریکہ اور ایک کا تعلق برطانیہ سے ہے۔

● تامل ناڈو: مظالم سے تنگ آکر سینکڑوں دلتوں کا قبولِ اسلام

چنائی (اے پی پی) بھارتی ریاست تامل ناڈو کے ضلع ٹوٹی کرن کے ایک گاؤں میں سینکڑوں دلتوں نے اونچی ذات کے ہندوؤں کے مظالم سے تنگ آکر اسلام قبول کرلیا۔ اچھوت کہلانے والے ان ہندوؤں نے ایک بڑی تقریب میں اجتماعی طور پر اسلام قبول کیا۔ ان میں اکثریت جنگلات سے لکڑیاں لاکر ان کا کوئلہ بناتی ہے اور پھر اسے فروخت کر دیا جاتا ہے۔

ان افراد کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ کر اس لیے اسلام قبول کیا ہے کہ یہ مذہب مساوات اور عزت و احترام کا درس دیتا ہے۔ تامل ناڈو کی حکومت نے اچھوتوں کی طرف سے مذہب کی تبدیلی کی صورت حال کو بھانپتے ہوئے مذہب کی تبدیلی کو خلافِ قانون قرار دے دیا تھا لیکن بین الاقوامی تنظیموں کی مسلسل اور شدید تنقید پر یہ متنازعہ حکم واپس لے لیا گیا۔

● مڈغاسکر: ۸۵ غیر مسلموں نے اسلام قبول کرلیا

انتانا ناریوو (نیٹ نیوز) مڈغاسکر میں ۸۵ افراد نے اسلام قبول کرلیا۔ اس بات کا اعلان افریقہ میں مسلمانوں کی ایک تنظیم نے کیا۔ ان افراد کا تعلق مڈغاسکر کے ایک گاؤں انساری سے ہے۔ تنظیم کے سربراہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن سحیط نے ایک غیر ملکی خبر رساں ادارے کو بتایا کہ ان افراد کا اسلام قبول کرنا دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں ہوا ہے۔ اسلام لانے والوں میں ۲۷ افراد اور ۵۸ خواتین شامل ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کے مطابق ہماری تنظیم کے قافلے ۲۳ افریقی ممالک میں سال بھر اسلام کی تبلیغ کے لیے پھرتے رہتے ہیں۔ ان قافلوں کی تعداد ۲۰۰۰ سے زائد ہے' جن میں علماء کی تعداد ۷۰۰ ہے۔

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: مولانا ڈاکٹر شمس تبریز خان
(پروفیسر شعبہ عربی، لکھنؤ یونیورسٹی)

''خطباتِ شورش''

مرتب: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی ضخامت: ۳۳۶صفحات قیمت: ۲۰۰روپے
پتا: مکتبہ احرار ۶۹۔سی حسین سٹریٹ، وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور (پاکستان)

گزشتہ صدی کے نامور اردو خطیبوں میں مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا قاری محمد طیب، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ظفر علی خان (رحمتہ اللہ علیہم) بہت ممتاز مانے جاتے ہیں۔ جن کی خطابت نے ملک وملت کو بہت فائدہ پہنچایا اور حق گوئی و بیباکی کی درخشاں مثالیں قائم کیں۔ ان بزرگ خطیبوں کے معاً بعد پاکستان کے آتش نفس، شعلہ فشاں، جادو بیاں مقرر و خطیب اور صاحب طرز شاعر وصحافی شورش کاشمیری مرحوم کا نام آتا ہے جو اپنی تقریر وتحریر میں اسم بامسمیٰ تھے اور ان کی تقریریں اور تحریریں بڑی ہنگامہ خیز اور شورش انگیز ہوتی تھیں۔ وہ سیاسی طور پر مولانا آزاد کی قوم پرور سیاست کے قائل اور ان کے بڑے معتقد تھے۔ شاعری وصحافت میں مولانا ظفر علی خاں کے جانشین تھے اور تحریک ختم نبوت و ردّ قادیانیت کے علمبرداروں میں اور ہراول دستے میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے پیرو اور شاگرد رشید تھے۔ خطابت میں وہ مولانا آزاد اور مولانا بخاری سے ہم رنگی وہم آہنگی کی کوشش کرتے تھے اور اس میں وہ کامیاب بھی تھے۔ مجھے دارالعلوم دیوبند میں ایک بار ان کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا تھا، معلوم ہوتا تھا کہ خطابت کا ایک سیل رواں ہے جو پورے زور شور سے سرگرم سفر ہے۔ اس کے تسلسل وروانی میں کوئی کمی نہیں آتی اور الفاظ وحروف اس میں ملاحوں اور لہروں کی طرح تیر رہے ہیں۔

خطابت کے لیے مطالعہ، نفسیات، مشاہدہ، اپنے مؤقف پر یقین واعتماد، انتخاب الفاظ اور بے خوفی و بے باکی بنیادی عناصر ہیں، جن سے شورش کاشمیری مرحوم پوری طرح بہرہ ور تھے۔ آزادیٔ ہند کی راہ میں وہ کئی بار جیل گئے پھر تحریک ختم نبوت کے اور بعض پاکستانی حکمرانوں کی مخالفت کے نتیجے میں بھی قید وبند سے دوچار ہوئے جس کے انمول احوال ''پس دیوارِ زنداں'' میں لکھے ہیں۔

پیش نظر مجموعہ خطبات' شورش صاحب کے اخیر زمانے کی چند دینی تقریروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ختم نبوت کی بنیادی اہمیت وضرورت اور ردّ قادیانیت و مرزائیت کے سلسلے میں کی تھیں۔ ان میں خطابت کے نقش ونگار اور فصاحت و بلاغت کے شاہکار تو موجود ہی ہیں لیکن اصل اور قابل قدر شے ان کا عشق رسول ﷺ اور عظمتِ رسالت و حرمتِ ختم نبوت کے لیے جذبۂ جاں نثاری اور غیرت و حمیت دینی اور حریم رسالت کا دفاع و پاسبانی کا شعور و احساس بلکہ زود حسی اور حساسیت ہے۔ اس سلسلے میں بجا طور پر ایک سچے اور غیرت مند مسلمان کی طرح ان کے جذبات بھی بے اختیار، بے قابو ہو جاتے ہیں اور وہ مرزا قادیانی اور ان کی جماعت و ذریت کو جوابی گالیوں سے بھی یاد کرنے لگتے ہیں۔ ان تقریروں میں قادیانیت سے دلچسپی رکھنے والوں کے علاوہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیت کے سیاسی و مذہبی پس منظر کو سمجھنے کے لیے خاصا مواد بکھرا ہوا ہے۔

مرتب کتاب اور احرار فاؤنڈیشن ان خطبات کی اشاعت پر برصغیر کی ملت اسلامیہ کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس سلسلے کے بقیہ خطبات بھی شائع کر سکیں۔

''اقبالیاتِ شورش''

مرتب: مولانا مشتاق احمد ضخامت: ۳۸۴ صفحات قیمت: ۱۶۰ روپے

پتا: مکتبہ احرار ۶۹۔ سی حسین سٹریٹ، وحدت روڈ' نیو مسلم ٹاؤن لاہور (پاکستان)

پاکستانی' اقبال شناسوں میں شورش کاشمیری مرحوم کا نام بہت نمایاں رہا ہے۔ انہوں نے نہ صرف فکر اقبال کو اپنایا ہے بلکہ اقبال کے مردِ مومن کی طرح عاشقانہ و قلندرانہ زندگی بھی گزاری ہے اور ان کی خودداری اقبال کی خودی کی آئینہ دار رہی ہے۔ شورش صاحب فکر اقبال کو اسلام کی فکری و ذہنی تاریخ کی ارتقائی شکل سمجھتے ہیں اور اس کی اصلیت و اسلامیت کو اوّلیت دیتے ہیں اور مشرق و مغرب کے فلسفیانہ افکار سے ان کے استفادے کو بے جا اہمیت نہیں دیتے اور نہ اقبال کو عصری تحریکات و سیاسی و فکری اصطلاحات میں محدود اور پابند کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے وہ اقبال کے ان شارحین سے اپنے اختلاف اور ان سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اور ایسی ناروا کاوشوں کو فکر اقبال پر ظلم اور اس سے انحراف قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ اقبال پر ہندوستان میں جو کام ہو رہے ہیں' وہ پاکستان میں ہونے والے کاموں سے زیادہ بہتر اور معتبر ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں روح اقبال از یوسف حسین خاں، اقبال کامل از مولانا عبدالسلام ندوی، اقبال کا فلسفۂ تعلیم از خواجہ غلام السیدین اور روائع اقبال (نقوش اقبال) از مولانا ابوالحسن علی ندوی کو اقبالیات کی بنیادی کتابیں سمجھتے ہیں اور اس کے برخلاف انہوں نے فکر اقبال از خلیفہ عبدالحکیم، ذکر اقبال از عبدالمجید سالک، شعر اقبال از عابد علی عابد، اقبال کے آخری دو سال، از عاشق بٹالوی، تلمیحاتِ اقبال از عابد علی عابد، عطیہ فیضی کے خطوط، اقبال اور بھوپال

بقیہ صفحہ ۴۶ پر

عینک فریدی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆صدر پرویز کے لیے امریکہ سے دو ارب اَسی کروڑ روپے میں جدید طیارہ خریدنے کے انتظامات مکمل۔(ایک خبر)

● حکومت سے کہہ دو جہازوں کو ٹھاکے یہ راہ لانگھتوں کا تراہ کاہڈتے ہیں
(استاد امام دین گجراتی)

● جو بھی آیا نیا طیارہ لایا۔صدر پرویز بھی اِن دنوں نئے طیارے کے انتظار میں ہیں۔

☆امیروں کا بجٹ ہے، غریبوں کا نہیں۔لکھتا کوئی، اور پڑھتا کوئی اور ہے۔(حافظ حسین احمد)

● ''میں لحاف ہوں کسی اور کا مجھے اوڑھتا کوئی اور ہے''

☆سیاست میں ناکام ہوتا تو استاد بن جاتا۔(شیخ رشید)

● اب بھی آپ بڑے استاد ہیں

☆نشتر ہسپتال کے ڈاکٹر کی طرف سے ڈیتھ سرٹیفکیٹ جاری کرنے کے چند منٹ بعد مریض اٹھ بیٹھا۔(ایک خبر)

● پہلی رائے سرجن کی تھی یہی ٹھیک ہے یہ نیند لمبی سوگیا
بن گئی جب پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مردہ اٹھ کے گھر کو رخصت ہوگیا

☆غربت میں چار فیصد کمی۔(وزیر خزانہ)

● کہاں ہوئی ہے؟

☆آپ کو سفید بالوں کے ساتھ جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی؟(سعد رفیق کا شیر افگن سے سوال)

● پہلے آتی تھی شرم تھوڑی سی
مگر اب ذرہ بھر نہیں آتی

☆بدبخت بیٹے نے ماں کو خنجر مار کر موت کی نیند سلا دیا۔(ایک خبر)

● اُس ناسعید بیٹے کی قسمت اُلٹ گئی

☆زبیدہ جلال کے پاس بہت پیسہ ہے۔(شیخ رشید)

● پیسے والے ہی پاس ہوتے ہیں!

☆بیڈشیٹ پر اللہ کے نام والا ڈیزائن پرنٹ لگا دیا گیا۔(ایک خبر)

● ایسی شرمناک باتوں کے خلاف احتجاج بنیاد پرستی اور خاموش رہنا اعتدال پسندی ہے۔

ادارہ

اخبارالاحرار

مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

قانون توہین (ﷺ) کو غیر مؤثر کرنے کی سازشیں کرنے والے خود غیر مؤثر ہو جائیں گے

حکمران ناعاقبت اندیش ہیں اور صریحاً غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں

غلام احمد قادیانی کی تعلیمات بذات خود توہین رسالت ﷺ کے مترادف ہیں

مرکزِ احرار لاہور میں ''تحفظ ناموسِ رسالت کانفرنس'' سے قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری اور دیگر مقررین کا خطاب

لاہور (۶؍جون) مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام تحفظ ناموسِ رسالت (ﷺ) کانفرنس نے قانون توہین رسالت (ﷺ) حدود آرڈیننس امتناع قادیانیت آرڈی نینس سمیت اسلامی دفعات پر نظر ثانی اور اسلامی قوانین کو غیر مؤثر کرنے کی حکومتی کوششوں کے خلاف ہر سطح پر مخالفت اور عوام میں بیداری پیدا کرنے کا اعلان کیا ہے۔ مقررین نے کہا ہے کہ یہ سب کچھ امریکہ اور مغربی ممالک کے دباؤ پر ہو رہا ہے اور قادیانیوں کے بارے میں قوانین کو سبوتاژ کرنے کی گھناؤنی سازش ہو رہی ہے۔ قادیانی سرگرمیاں ماضی کے مقابلے میں خطرناک حد تک بڑھ چکی ہیں۔ مرکز احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہونے والی کانفرنس سے مجلس احرار اسلام کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، جسٹس (ر) میاں نذیر اختر، جمعیت اتحاد العلماء کے صدر مولانا عبدالمالک ایم این اے، نذیر احمد غازی ایڈووکیٹ، ظفر اقبال گوندل ایڈووکیٹ، مفتی عاشق حسین، سید محمد کفیل بخاری، سلمان گیلانی، عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد یوسف احرار، ظفر اقبال ایڈووکیٹ، علامہ ممتاز اعوان اور دیگر مقررین نے خطاب کیا جبکہ جامعہ اشرفیہ کے مفتی حمید اللہ جان، متحدہ مجلس عمل پنجاب کے صدر حافظ محمد ادریس، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا سیف الدین سیف بھی سٹیج پر موجود تھے جو بارش کی وجہ سے خطاب نہ کر سکے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ قانون توہین رسالت (ﷺ) کو بدلنے اور اس کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش اور سازشیں کرنے والے خود غیر مؤثر ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا ایسی ترامیم اور جائزے کفر و گمراہی کے راستے ہیں جن کو ہم اپنے خون سے مسدود کر دیں گے۔ ہم اپنا سب کچھ قربان کر کے ہر ممکن رکاوٹ ڈالیں گے اور اپنے اکابر کی روایات کو زندہ رکھیں گے۔ جسٹس (ر) میاں نذیر اختر نے کہا کہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے بغیر توحید کی منزل نہیں مل سکتی ذرا برابر بھی سرکار دو عالم ﷺ کی توہین برداشت نہیں کی جا سکتی۔ اس عقیدے کو قانون کی شکل

دی گئی تو عالم کفر چیخ اٹھا کہ اس جرم کی سزائے موت کیوں ہے؟ ہرحکومت پر دباؤ بڑھایا گیا تو مسلمانوں نے جذبہ ایمانی اور غیرت کا مظاہرہ کیا' جانیں دے دیں لیکن قانون ختم نہ ہونے دیا۔ اب بھی ان شاءاللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ حکمران جھکتے رہے لیکن قوم اس مسئلہ پر کبھی بھی نہیں جھکے گی۔ اس سازش کے پیچھے ختم نبوت کے غدار قادیانی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کاغذ سے قانون ہٹا دیا جائے تو عدالت سزا نہیں دے گی تو پھر غازی علم الدین شہید کا کردار زندہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس احوال سے حکومتی سطح پر جو کچھ کیا جا رہا ہے' وہ خلاف حقیقت ہے قانون کی تشریح عدلیہ کرتی ہے۔ غلام احمد قادیانی کی تعلیمات بذات خود توہین رسالت ﷺ کے مترادف ہیں لیکن ساری کاوش قادیانیوں کو بچانے کے لیے کی جارہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو اس قانون میں تبدیلی چاہتے ہیں' وہ آگ سے کھیلنا چاہتے ہیں۔ مولانا عبدالمالک نے کہا کہ اس مسئلہ پر پوری امت کا ایک ہی مؤقف ہے۔ قوم اس مسئلہ سے غداری کرنے والے حکمرانوں کو برداشت نہیں کرے گی۔ یہ مسئلہ کسی ایک طبقے یا جماعت کا نہیں بلکہ محسنِ انسانیت ﷺ کی ناموس کا ہے جس پر کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوا جاسکتا۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ وقت کا ابولہب اپنے انجامِ بد کو ضرور پہنچے گا۔ اس مسئلہ پر قوم قربانی و ایثار کی لازوال داستان رکھتی ہے اور اس داستان کو دہرانا اپنے ایمان کی علامت سمجھتی ہے۔ سابق اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب نذیر احمد غازی ایڈووکیٹ نے کہا کہ چودہ صدیوں سے ناموس محمد ﷺ کا دفاع خون سے کیا گیا ہے جو بدبخت اس قانون کو چھیڑے گا وہ بدبختی کی علامت اور نشانِ عبرت بن جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ دنوں میں ضمیر فروشوں کی منڈی لگنے والی ہے جو درحقیقت سوداگر اور بے غیرت ہوں گے مگر ہمیں تو اپنے مقصدِ حیات کے لیے آگے بڑھنا ہے۔ ظفر اقبال گوندل ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے کہا کہ مجلس احرار نے ختم نبوت کے سلسلہ میں جو کارنامے انجام دیئے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہماری بقاء کا راز اس میں مضمر ہے کہ ہم ختم نبوت کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کریں۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قانون کے غلط استعمال کا موہوم سہارا لے کر حکومت کی طرف سے جو کچھ کہا جا رہا ہے' وہ بدنیتی پر مبنی ہے اور اگر قانون کے غلط استعمال کا مسئلہ ہے تو پھر باقی قوانین کا غلط استعمال بھی ہو رہا ہے اور اگر یہ منطق صحیح ہے تو پھر تمام قوانین ہی ختم ہونے چاہیں۔ مفتی عاشق حسین نے کہا کہ حکمران ناعاقبت اندیش ہیں اور صریحاً غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

کانفرنس میں اسلامی نظریاتی کونسل کے کردار کو غیر مؤثر کرنے پر انتہائی تشویش کا اظہار کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام اور ماہرین پر مشتمل ارکان حسبِ ضابطہ مقرر کئے جائیں اور ان کو آزادانہ ماحول میں کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کرنے کی صورتحال کو بہتر بنایا جائے، قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلم اقلیتوں کے شناختی کارڈز کا رنگ الگ کیا جائے اور شناختی کارڈز میں مذہب کا خانہ شامل کیا جائے۔ ایک اور قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ مسلم و غیر مسلم دیگر اوقاف کی طرح قادیانی اوقاف کو بھی سرکاری تحویل میں لیا جائے۔ ایک قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ چناب نگر (ربوہ) کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

کانفرنس میں کہا گیا کہ انسانی حقوق اور دیگر حوالوں سے کام کرنے والی این جی اوز غیر ملکی سرمائے اور غیر ملکی ایجنڈے پر کام کر رہی ہیں لیکن جو ملک میں خاص طور پر نوجوان نسل کو دین سے دور اور ملک سے بے گانہ کرنے کی خطرناک سازش ہے حکومت ایسی تنظیموں اور سرگرمیوں کی سرپرستی کرکے ملک کے اساسی نظریے سے غداری کی مرتکب ہو رہی ہے۔ لہٰذا حکومت اس کی سرپرستی کی بجائے ان پر پابندی عائد کرے اور صحیح کام کرنے والی این جی اوز کو مواقع فراہم کرے۔ کانفرنس میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو سرد خانے میں ڈالنے کی بجائے حسب قانون عملی جامہ پہنایا جائے اور مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔

☆......☆......☆

ٹوبہ ٹیک سنگھ (۱۸ رجون) حکومت قانون توہین رسالت (ﷺ) اور حدود آرڈی نینس کو چھوڑ کر قہر خداوندی کو دعوت نہ دے۔ انسان کا بنایا ہوا قانون انسان بدل سکتا ہے' اللہ کے قانون اور احکام اسلام کو انسان تبدیل نہیں کر سکتا۔ سینٹ، اسمبلی، صدر اور وزیر اعظم اللہ تعالیٰ کے قوانین کو نہیں بدل سکتے۔ ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے مسجد معاویہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ اسمبلی میں موجود علماء کرام کو آئین کی اسلامی دفعات کے تحفظ کے لیے مؤثر کردار ادا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ القاعدہ کا جواز بنا کروانا آپریشن ملک کی سلامتی کے خلاف امریکی سازش ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر قبائل مجاہدین کی حفاظت کریں تو مجرم ٹھہریں اور اگر پاک فوج امریکیوں کی حفاظت کرے گی تو کیا یہ جرم نہیں؟

قادیانیوں کی شرانگیز سرگرمیوں کے خلاف اسمبلی میں آواز اٹھاؤں گا: شاہ غلام قادر

راولپنڈی (نوائے وقت رپورٹ) آزاد کشمیر کے سابق وزیر اور مسلم کانفرنس کے سیکرٹری جنرل شاہ غلام قادر نے کہا ہے کہ میں قانون ساز اسمبلی کے بجٹ اجلاس کے دوران ضلع کوٹلی بالخصوص تتہ پانی، گوئی، کوٹلی میں قادیانیوں کی شرانگیز سرگرمیوں کے بارے میں آواز اٹھاؤں گا۔ شاہ غلام قادر کے دورہ تتہ پانی اور سیہڑہ کے دوران مسلم کانفرنس کے سرگرم کارکن سردار وقار نے انہیں بتایا کہ تتہ پانی، گوئی، کوٹلی شہر میں قادیانی بلا روک ٹوک اپنی شرانگیز سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کی شکل دے رکھی ہے اور وہ لاؤڈ سپیکر پر ''اذان'' دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ قادیانیوں نے ووٹر لسٹوں میں مسلمانوں کے طور پر ناموں کا اندراج کرا رکھا ہے اور وہ اس بنیاد پر سرکاری ملازمتیں بھی حاصل کر لیتے ہیں۔

(مطبوعہ: ''نوائے وقت'' ملتان۔ ۲۱ رجون ۲۰۰۴ء)

اخبارالاحرار

مجلس احرار ہند کی سرگرمیاں

قادیانی اسلام اور وطن کے غدار ہیں‘ ان کے ناپاک عزائم کامیاب نہیں ہونے دیں گے

پٹیالہ میں منعقدہ جلسۂ سیرت النبی سے امیر احرار ہند مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کا خطاب

پٹیالیہ (الاحرار) بنک کالونی کی مسجد کے قریب واقع بابا زید پبلک سکول کے وسیع گراؤنڈ میں مجلس احرار پنجاب کے رہنما اور پٹیالہ کے معروف مسلم لیڈر عبدالرحیم کی جانب سے عظیم الشان جلسۂ سیرت النبی ﷺ، امیر احرار ہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی شاہی امام لدھیانہ کی صدارت میں منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر کثیر تعداد میں پٹیالہ اور اس کے گردونواح کے مسلمان موجود تھے۔

خطاب کرتے ہوئے امیر احرار نے کہا کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے اسلام کی شکل میں انسانیت کو ایک مکمل نظامِ حیات عطا فرمایا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر ہی دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے، پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے دنیا سے ظلم اور تشدد کو ختم کیا اور امن و پیار کے پیغام کو عام فرمایا، امیر احرار نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری رسول ہیں اور اس فیصلے کو دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔

امیر احرار نے قادیانی فتنہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی مذہب اسلام اور وطن عزیز کے غدار ہیں ان کے ناپاک عزائم کو احرار کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کے جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی نے انگریز کی شہہ پر مسلمانوں کو کمزور اور ہندوستان کو انگریز کی غلامی میں طویل عرصہ تک رکھنے کے سازش کے تحت جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا، مرزا نے وطن عزیز کے ساتھ غداری کرتے ہوئے انگریز حکومت کے حق میں بے شمار کتابیں لکھیں مجاہدین آزادی کی مخبریاں کیں اور انگریز حکومت کو صحیح بتایا۔

امیر احرار نے کہا کہ مرزا غلام قادیانی انگریزی شہہ پر دین اسلام اور وطن سے غداری نہ کرتا تو بھارت ۵۰ سال پہلے ہی آزاد ہو جاتا اور آج ملک کی صورت حال ایک جدید ترقی یافتہ دیش کی طرح ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کا عقیدہ ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

امیر احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے کہا کہ قادیانیت کی تبلیغ صرف دولت کے بل پر ہو رہی

ہے ان کے تنخواہ دار ملازم ہی عوام کو گمراہ کرنے کا کام کرتے ہیں۔ امیر احرار نے کہا کہ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کے تاج نبوت کی عظمت اور عقیدہ ختم نبوت کے متعلق ملک بھر کے ہر گاؤں کے افراد کو آگاہ کرنا ہے اور اپنے ہم وطن غیر مسلم اقوام کو بھی یہ بتانا ہے کہ قادیانی دین اسلام کے ساتھ ساتھ وطن عزیز کے بھی غدار ہیں۔

پنجاب میں کانگرس کو شکست کی وجہ؟

لدھیانہ (الاحرار) ایک اہم سوال یہ ہے کہ ملک بھر میں جہاں فرقہ پرست عناصر شکست سے دوچار ہوئے ،وہیں پنجاب میں ۱۳ میں سے ۱۰ جگہ پر کانگریس کو شکست کیوں ہوئی؟ اس ضمن میں سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ پنجاب کی صوبائی کانگریس سرکار نے لگاتار تمام اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کو نظر انداز کیا اور مسلمانوں کے کٹر مخالف منکرین ختم نبوت قادیانیوں کی کھلی مدد کی ہے، جس کی وجہ سے پنجاب بھر کے ۲۰ لاکھ مسلمانوں نے صوبائی کانگریس حکومت کو اس الیکشن میں ''کرارا'' جھٹکا دے کر یہ پیغام دیا ہے کہ اگر مسلمانوں کو یونہی نظر انداز کیا گیا۔ مسلمانوں کے دشمن اور دیش کے غدار قادیانیوں کی حمایت جاری رکھی گئی تو آنے والے اسمبلی الیکشن میں نتائج مزید صوبائی کانگریس کے خلاف ہوں گے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ اب یہ صوبائی کانگریس کمیٹی کو سوچنا ہے کہ اسے مسلم مسائل حل کرنے میں، قادیانیوں کو صرف کل تین ہزار ووٹ چاہئیں یا کہ پنجاب کے مسلمانوں کی ۲۰ لاکھ بیلنس ووٹ جو ان کو اقتدار سے محروم کرسکتی ہے۔ حکومت پنجاب کا ایک وزیر کھل کر قادیانیوں کی اسلام مخالف سرگرمیوں میں ان کی حمایت کررہا ہے۔ نیز مبصرین کے مطابق پنجاب کانگریس اندرونی خلفشار سے بھی دوچار ہے۔

مرحبا رضا کارانِ مجلس احرار مرحبا

لدھیانہ (الاحرار) الیکشن کے دوران مجلس احرار کی تحریک عقیدہ ختم نبوت کی کامیابی اور قادیانیوں کے سیاسی حامیوں کو شکست سے دوچار کرنے میں سب سے اہم کردار ادا کرنے والے مجلس احرار کے رضا کاروں کو شاباش دیتے ہوئے امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی صاحب نے کہا کہ احرار کی تحریک عقیدہ ختم نبوت کو کامیاب کرنے کے لیے سرگرم رہے۔ تمام احرار نوجوانوں اور بزرگوں کو ہم خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

امیر احرار نے کہا کہ وہ خود بھی احرار کے ادنیٰ رضا کار ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رضا کارانِ احرار کو وہ خوبی عطا فرمائی ہے کہ جس جانب جاتے ہیں، کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عشق نبی ﷺ میں اپنے ذاتی ضروری کاموں کو چھوڑ کر خدمت دین کرنے والے مجلس احرار کے تمام احباب صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کررہے ہیں۔ بے شک ان عاشقانِ رسول ﷺ کے لیے مرحبا رضا کارانِ احرار مرحبا کے کلمات زبان سے نکلتے ہیں۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

● پروفیسر حفیظ تائبؔ رحمہ اللہ

ممتاز نعت گو شاعر جناب پروفیسر حفیظ تائبؔ طویل علالت کے بعد ۱۲؍جون ۲۰۰۴ء کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ مرحوم انتہائی شفیق استاذ، خلیق ومہربان، عابد وزاہد اور شب زندہ دار انسان تھے۔ پاک وہند کے نعت گو شعراء میں انہیں جو مرتبہ اور عروج ملا، وہ کم ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار جذبہ حُبِ رسول ﷺ سے معمور ہیں۔ وہ نبی خاتم ﷺ کے عاشقِ صادق تھے۔ شہرت وتصنع سے کوسوں دور ایک مٹا ہوا عاجز اور صابر وشاکر انسان مگر اللہ نے عزت وشہرت کا تاج اُن کے سر پر سجایا۔ اُن کی نعتیں عقیدۂ توحید وختم نبوت، اتباع سنت اور قرآن کے پیغام ہدایت سے لبریز ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

- چیچہ وطنی میں ہمارے رفیق فکر چودھری محمد اشرف صاحب کے ماموں سسر
- مجلس احرار اسلام جھنگ کے ناظم قاری محمد اصغر عثمانی کے والدِ ماجد
- مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے ناظم حافظ محمد اشرف صاحب کے بڑے بھائی
- چنیوٹ میں جناب ملک رب نواز ایڈووکیٹ کے بھائی
- ڈاکٹر عبدالرؤف شیخ (ملتان) کے بھائی

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ جملہ پسماندگان ولواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے (آمین)

امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، تمام احرار کارکن اور ادارہ ''نقیبِ ختم نبوت'' کے اراکین جملہ مسافرانِ آخرت کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

دعائے صحت

- مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محترم محمد اسماعیل (بن مستری دین محمد مرحوم) شدید علیل ہیں۔
- ہمارے کرم فرما محترم قاری ظہور رحیم عثمانی (لیاقت پور) عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں۔

احباب وقارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

القاسم اکیڈمی کی عظیم تاریخی اور انقلابی پیشکش

اکیسویں صدی کی پہلی جنگ

معرکہ صلیب وطالبان

صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام

طالبانِ افغانستان کے تناظر میں

جہادِ افغانستان، تحریکِ طالبان، ملامحمد عمر، اسامہ بن لادن، جہاد اور دہشت گردی، نظامِ شریعت سے مغرب کا بے جا خوف، دینی مدارس بالخصوص دار العلوم حقانیہ، اسلام کے بارے میں مغرب کی لاعلمی اور غلط فہمیاں، امریکی اور مغربی دنیا کے عزائم اور مسلم امة پر جارحانہ یلغار، سقوط بغداد مسئلہ فلسطین وکشمیر اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت جیسے اہم وحساس وقومی وبین الاقوامی موضوعات کے تناظر میں عالمی اور مغربی میڈیا سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا دوٹوک مکالمہ

انٹرویوز

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

مرتب

مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات 520

قیمت 240

معاون

مولانا عرفان الحق حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

ساغر اقبالی

آخری صفحہ

۱۹۴۶ء میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ دیوبند آئے۔ ہمارے یہاں باہر مردانہ میں تشریف فرما تھے۔ اچھا خاصا مجمع تھا۔ ان دنوں انظر سلمہ (مولانا انظر شاہ کشمیری) استاذ تفسیر دارالعلوم نہیں تھے۔ بس صرف انظر' چھوٹی عمر تھی۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ شاہ جی کی آواز میں جادو ہے۔ شاہ جی سے فرمائش کی کہ شاہ جی کچھ گا نا سنایئے۔ شاہ جی انکار کیسے کرتے۔ استادزادہ کی فرمائش تھی۔ انظر کو سامنے بٹھالیا۔ فرمایا کہ گوجرانوالہ میں ایک سرحدی (پشتون) طالب علم نے مسجد کے حجرہ میں میری دعوت کی۔ اُلٹی سیدھی چائے، گڑ اور آٹے کا حلوہ۔ یہ کھلا پلا کر وہ طالب علم کہنے لگا کہ ''حضرت میں آپ کا اور بھی ضیافت کرنا چاہتا ہوں''۔ میں نے کہا مردہ بدست زندہ اور جو کچھ بھی تمہاری تمنائیں ہیں، وہ پوری کرلو۔ اس نے کہا کہ ''میں غالب کا ایک غزل سناتا ہوں'' اور پھر شاہ جی نے لہک لہک کر غالب کی یہ غزل اس طرح سنائی:

کوئی امید بر نہیں آتے — کوئی صورت نظر نہیں آتے
موت کا ایک دن معیّن ہے — نیند کیوں رات بھر نہیں آتے
آگے آتے تھے حال دل پہ ہنسی — اب کسی بات پر نہیں آتے
جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زُہد — پر طبیعت اِدھر نہیں آتے
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں — ورنہ کیا بات کر نہیں آتے
کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتی ہے — میرا آواز گر نہیں آتے
داغِ دل گر نظر نہیں آتے — بو بھی اے چارہ گر نہیں آتے؟
ہم وہاں ہیں' جہاں سے ہم کو بھی — کچھ ہمارا خبر نہیں آتے
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کے — موت آتی ہے پر نہیں آتے
کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ — شرم تم کو مگر نہیں آتے

غالب کے یہ اشعار شاہ جی نے ان ہی الفاظ میں اس سرحدی طالب علم کے لہجے اور ترنم کے ساتھ سنائے۔ پھر فرمایا کہ قریب قریب ایسے ہی الفاظ کی ایک غزل قطب شاہ دکنی کی مجھے یاد ہے:

غم دل کسی سے کہا جائے نا — کہا جائے بھی تو سنا جائے نا
یہ مے کی لطافت یہ نازک سے ہاتھ — پیالہ بھی ان سے دیا جائے نا
قطب شہ نہ دے اب دِوانہ کو پند — دِوانہ کو کچھ پند دیا جائے نا

روایت: محمد ازہر شاہ قیصرؒ (ابن علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ)

Adarts-HRA-4/2003

Monthly" Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat"Multan. Regd. M#32
ISSN:1811-5411

بانی سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ 28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ ملتان

کی توسیع کے لیے مدرسہ سے ملحق مکان 26 لاکھ روپے میں خرید کر تعلیم شروع کر دی گئی ہے۔ مدرسہ 7 لاکھ روپے کا مقروض ہے۔ ادائیگی قرض کے سلسلے میں اہل خیر احباب و متعلقین فوری توجہ فرمائیں اور اس کارِ خیر کی تکمیل میں بھرپور تعاون فرمائیں۔

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری (مدرسہ معمورہ)
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

✪ الحمد للہ درجہ حفظ و ناظرہ تعلیم قرآن کریم، درجہ کتب درس نظامی اور شعبہ پرائمری میں اس وقت 150 طلباء زیر تعلیم ہیں ✪ 7 اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں ✪ 50 طلباء مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں ✪ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ قائم ہے۔ جس میں حفظ قرآن کریم اور دورۂ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے ✪ مدرسہ معمورہ، مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تعلیم "وفاق المدارس الاحرار" سے ملحق ہے ✪ ملک کے مختلف شہروں میں 36 دینی مدارس، وفاق المدارس الاحرار کے زیر انتظام چل رہے ہیں ✪ 15 مدارس کے اخراجات وفاق المدارس کے ذمہ ہیں ✪ مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستانِ عائشہ کا "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" سے بھی الحاق ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جا رہی ہے۔

الداعی الی الخیر (ابن امیر شریعت) سید عطاء المہیمن بخاری مہتمم مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
فون: 061-511961

To, Syed Muhammad Kafeel Bukhari (MADRASAH MAMURAH
Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.Pakistan. Tel:061-511961
Current Account#3017-2.U.B.L.Kutchery Road Multan.

احرار گرافکس 061-511961